اَحوالِ والدین سیّدِ الکونین

ترجمہ:-

رسالۂ عربی

الدرج المنیفہ فی الآباء الشریفہ

تالیف:

علامۂ المعی حافظ امام جلال الدین سیوطیؒ

رسالۂ فارسی

تنبیہ الغفول فی اثبات اسلام آباء الرسول

تالیف:

مولانا ابو علی محمد ارتضا علی خان صفویؒ

اَحوالِ والدین سیّدِ الکونین

ترجمہ :-

رسالہ فارسی	رسالۂ عربی
تنبیہ الغفول فی اثبات اسلام آباء الرسول	الدرج المنیفہ فی الآباء الشریفہ
تالیف :	تالیف :
مولانا ابوعلی محمد ارتضا علی خاں صفوی رح	علامۃ المعی حافظ امام جلال الدین سیوطی رح

نذرِ محبوبین

غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی محبوب سبحانی قدس سرہٗ

سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیا محبوب الٰہی قدس سرہٗ

منجانب ممبران کمیٹی محبوبین حیدرآباد دکن

رسالہ عربی

الدرج المنیفۃ فی الآباء الشریفۃ

تالیف

علامۃ المعی حافظ امام جلال الدین سیوطیؒ

ترجمہ:

مولوی محمد فیاض الدین نظامی و مولانا محمد عمران اعظمی

تمہید

رسول اکرم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین شریفین کے متعلق بہت کم حضرات کو علم ہے کہ آپ دونوں کا مذہب کیا تھا اور انجام کیا ہوگا وغیرہ وغیرہ۔ بلکہ اس د معاملے میں بہت سے متقدمین بھی غلطاں و پیچاں رہے۔ اس لیے کہ کئی ضعیف احادیث اور غلط روایات کے حوالے بھی اس مضمون میں شامل کیے گئے اور آج تک بھی بہت سے ذی علم حضرات ان غلط فہمیوں میں مبتلا ہیں یا بالکل لاعلم ہیں۔ کیونکہ ان کو ان کتب کے مطالعہ کا موقع نہیں ملا، جنھیں اس مضمون پر بڑے بڑے ائمہ اور علمائے کرام نے نہایت جستجو اور چھان بین کے بعد قلم بند کیا ہے۔ خوش قسمتی سے جب یہ ناچیز اور مولانا محمد عمران اعظمی منحۃ السرا تصنیف مولانا ارتضا علی خاں صاحب صفوی کا اردو ترجمہ کرنے میں مشغول تھے جو عربی میں اسمائے الٰہی اور اسمائے سرکار دو عالم پر ایک محققانہ جامع کتاب ہے تو حضور اقدس کے اسمائے مبارک کی تشریح و توضیح کے باب میں اسم شریف "محی" کے متعلق یہ تحریر نظر سے گزری کہ محی کیسا آپکو اسلیے موسوم کیا گیا کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بحکم خداوندی ظاہری اور باطنی لحاظ سے مردوں کو زندگی بخشی۔ ظاہری طور سے آپ نے اپنے والدین کو زندہ کیا یہاں تک کہ وہ آپ پر ایمان لائے اور پھر اللہ نے انہیں واپس لوٹا دیا۔ جیسا کہ دار قطنی اور ابن عساکر نے ام المومنین حضرت عائشہ رض سے اس

حدیث کی تخریج کی ہے اور تفصیلی بحث میرے اس رسالے میں ہے جس کا نام "تنبیہ الغفول فی اسلام آباء الرسول" ہے۔ یہ عبارت نظر سے گزرتے ہی میں نے اس رسالہ کی جستجو شروع کر دی اور میرے محترم دوست ڈاکٹر یوسف الدین پروفیسر جامعۂ عثمانیہ نے میری رہبری فرمائی اور علامہ صفویؒ کے مذکورہ رسالے کا ایک نسخہ مجھے سعیدیہ لائبریری سے حاصل کر کے عنایت فرمایا جو فارسی میں ہے اور واقعی یہ رسالہ اس مضمون پر ایک نہایت مُدلل اور محققانہ ثابت ہوا اور اس میں متعدد علمائے کرام نے جن میں علامہ جلال الدین سیوطیؒ، حجۃ الاسلام امام غزالیؒ، امام فخر الدین رازیؒ، عالم ربانی ابن حجر عسقلانیؒ، امام ماوردیؒ صاحب حاوی کبیر، قرطبی، ابن شاہین، خطیب بغدادی، ابن عساکر، صلاح الدین صفدی، شمس الدین دمشقی، محب الدین طبری، ابن حجر ہیتمی مکی اور شیخ الہند مولانا عبد الحق دہلوی شامل ہیں اپنی کتب و رسائل میں اور مولانا عبد العلی نے شرح اسمائے بدر میں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے آبائے کرام کے اسلام کو ثابت کیا ہے۔ بعد ازاں اس ناچیز کو امام سیوطیؒ کا ایک جامع عربی مقالہ "الدرج المنیفہ فی الآباء الشریفہ" اس مضمون کے متعلق دستیاب ہوا جس کو امام موصوف نے اس مضمون پر اپنا تیسرا رسالہ فرمایا ہے مولانا محمد عمران اعظمی کے تعاون سے اس کا ترجمہ بھی کر دیا گیا ماشاء اللہ ان دونوں محققانہ اور مدلل رسائل میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء اشراف کے تعلق سے متعدد احادیث و دلائل اس انداز سے پیش کی گئی ہیں کہ ان کے مطالعہ کرنے والوں کو پورا پورا اطمینان ہو جاتا ہے کہ آنحضرت صلعم کے والدین توحید پرست تھے اور انتقال کرنے کے بعد آپؐ نے ان کو بحکم خدا زندہ کیا اور وہ آپؐ پر ایمان لانے کے

بعد پھر لوٹا دیے گئے۔

ہمارے آقائے نامدار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ہر ایماندار کو یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیئے کہ اللہ پاک نے اپنے محبوب نبی کو ان تمام اعزازات اور خوبیوں سے کہیں زیادہ سرفراز فرمایا ہے جو دوسرے انبیائے کرام کو عنایت ہوئے بقول حضرت جامیؒ:

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری   آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

لہٰذا یہ کوئی حیرت انگیز بات نہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بحکم خدا مردوں کو زندہ کیا جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہ معجزہ عنایت کیا گیا تھا۔ بہرحال اس موجودہ فتنہ انگیز زمانے میں لاعلم حضرات جو ان حقائق سے واقف نہیں، کہیں بدعقیدہ، مفسد اور جاہل حضرات کی سنی سنائی باتوں پر اعتماد کر کے اس غلطی کا شکار نہ ہوں جس سے بحوالہ قرآن کریم و احادیث ان کے دین و ایمان کے ضائع ہو جانے کا اندیشہ لاحق ہو جائے اس لیے ہم اس مضمون کو منظر عام پر لائے ہیں۔ انشاء اللہ ان دونوں مقدس و مدلل مقالوں کے ترجمے ان کی پوری طرح صحیح رہنمائی کریں گے۔ خصوصاً ان نوجوانوں کی جنہیں پوری طرح مذہبی تعلیم حاصل کرنے کا موقع نہ ملا ہو۔ اور اس طرح انشاء اللہ ان دونوں مقالوں کو یکجا کر کے شایع کرنے کا ہمارا دلی مقصد پورا ہو جائے گا۔

اللہ پاک سے دعا ہے کہ ہمارے اس مخلص کاوش کو ہمارے پیارے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی کا باعث کر دے جس کی بدولت ہمیں فلاح دارین نصیب ہو۔

اس کتاب کو ہمارے مخلص دوست و احباب و اراکین کمیٹی محبوبین کی ایما

پر طبع کرنے اور اس کو ہمارے پیارے محبوبین حضرت غوث الاعظم محبوب سبحانی

شیخ عبد القادر جیلانی اور سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیا محبوب الٰہی

کے اسمائے گرامی سے معنون کرنے کی سعادت حاصل کی جاتی ہے۔

فالحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید

المرسلین رحمۃ للعٰلمین محمد مصطفیٰ صلی اللہ

علیہ وسلم وآلہ وصحبہ اجمعین ○

محمد فیاض الدین نظامی عفی عنہ

ربیع الاول ۱۳۹۶ھ مارچ ۱۹۷۶ء

الحمرا۔ بنجارہ ہل

حیدرآباد۔ دکن

کتابت: غوث محمد

۴

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

الحمدُ للّٰہِ وکفی وسلام علٰے عبادہ الذین اصطفٰی- واضح ہو کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کے بارے میں یہ میری تیسری تالیف ہے جو سب سے مختصر ہے- لہٰذا میں عرض پرداز ہوں کہ ائمہ اعلام کی ایک کثیر تعداد کا یہ مذہب ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین نجات یافتہ ہیں- اور آخرت کے اندر ان کی نجات کا فیصلہ ہو چکا ہے- یہ ائمہ اپنے ان مخالفین کے اقوال سے زیادہ واقف ہیں جو اس کے قائل نہیں ہیں- اور باایں ہمہ یہ ائمہ درجے میں ان مخالفین سے کم تر نہیں اور احادیث وآثار سے خوب تر واقف ہیں اور باایں ہمہ یہ جن دلائل سے استدلال کرتے ہیں ان پر یہ ائمہ خوب تر تنقید کرنے والے ہیں- کیوں کہ وہ گوناگوں علوم وفنون کے جامع ہیں اور ان پر انھیں دسترس حاصل ہے اور خاص طور سے وہ چار علوم جن پر اس مسئلہ کی بنیاد ہے کیوں کہ یہ مسئلہ تین قواعد یعنی کلامی اصولی اور فقہی قواعد پر مبنی ہے اور چوتھا قاعدہ حدیث اور اصول فقہ کے درمیان مشترک ہے اور باایں ہمہ اس کے لیے حدیث کا وسیع حافظہ اس کی صحیح تنقید اور ائمہ کے اقوال سے آگاہی پر اور ان کے متفرق اقوال کی یکجائی پر

پوری دسترس درکار ہے۔ لہذا ان کے متعلق یہ بدگمانی قرینِ قیاس نہ ہوگی کہ معاذاللہ وہ لوگ ان احادیث سے واقف نہیں جن سے یہ لوگ استدلال کرتے ہیں بلکہ وہ ان احادیث سے واقف ہیں اور اس سمندر کی شناوری کر چکے ہیں اور ان کا وہ قابل قبول جواب دے چکے ہیں جسے کوئی انصاف پسند رد نہیں کر سکتا اور وہ اپنے مذہب کے لیے پائندہ پہاڑوں کے مانند دلائل قائم کر چکے ہیں اور دونوں فریق جلیل القدر ائمہ ہیں۔ نجات کے قائلین نے اس بحث کے سلسلہ میں تین درجوں میں اختلاف کیا ہے۔

پہلا درجہ یہ ہے کہ آپ کے والدین کو دعوت نہیں پہنچی کیوں کہ آپ دونوں اس وقفہ کے دور میں تھے جب مشرق و مغرب کے لوگوں میں جہل عام تھا چنانچہ اس وقت کوئی بھی ایسا شخص نہ تھا جو دعوت کو کما حقہٗ پہنچا سکے اور کوئی بھی ایسا نہ تھا جسے شرائع کا چنداں علم ہو۔ مزید برآں آپ دونوں کم سنی ہی میں انتقال فرما چکے تھے اور اس عمر تک رسائی نہیں حاصل ہوئی تھی جس میں خبروں سے واقفیت اور مقدس کتابوں کے ذریعہ ان کی تلاش و تحقیق کا امکان ہو۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد کے بارے میں حافظ صلاح الدین علائی نے اس بات کو صحیح بتلایا ہے کہ وہ اٹھارہ سال کے لگ بھگ بقید حیات رہے اور آپ کی والدہ ماجدہ بیس سال کے قریب بقیہ حیات رہیں۔ اس پر یہ بات مستزاد ہے کہ وہ اپنے گھر میں ایک پردہ نشین خاتون

تھیں۔ آپ کا سابقہ مرزوں سے نہیں پڑتا تھا اور کوئی شخص ایسا نہیں ملتا تھا جو آپ کو خبر دے۔ اسلام اور فقہ کے مشرق و مغرب میں پھیل جانے کے باوجود جب آج کی خواتین بیشتر شرعی احکام سے بے بہرہ ہیں کیونکہ فقہا کے ساتھ ان کا ربط برقرار نہیں تو پھر جاہلیت اور وقفہ کے زمانے کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ اور ایسے شخص کے بارے میں جسے دعوت نہیں پہنچی ہے شوافع اور اشاعرہ کا متفقہ فیصلہ ہے کہ وہ نجات یافتہ مرے گا اور جنت میں داخل ہوگا۔ امام شافعی اسی مذہب پر ہیں اور سارے اصحاب اس سلسلے میں انہیں کے تابع ہیں اور انھوں نے اس سلسلے میں قرآن شریف کی آٹھ آیات سے استدلال کیا ہے۔

پہلی آیت یہ ہے: "وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّىٰ نَبْعَثَ رَسُولًا" ترجمہ (اور ہم کبھی سزا نہیں دیتے جب تک کسی رسول کو ہم بھیج نہیں دیتے۔ سورۂ بنی اسرائیل)

دوسری آیت یہ ہے: ذٰلِكَ أَنْ لَمْ يَكُنْ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرَىٰ بِظُلْمٍ وَأَهْلُهَا غَافِلُونَ" ترجمہ: یہ اس وجہ سے ہے کہ آپ کا پروردگار بستیوں کو ظلم کی پاداش میں ہلاک نہیں کر دیتا جبکہ وہاں کے باشندے بے خبر ہوں" (سورۂ الانعام)

تیسری آیت: وَلَوْلَا أَنْ تُصِيبَهُمْ مُصِيبَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ فَيَقُولُوا رَبَّنَا لَوْلَا أَرْسَلْتَ إِلَيْنَا رَسُولًا فَنَتَّبِعَ آيَاتِكَ وَنَكُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ (ترجمہ۔ اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ ان پر ان کے کرتوتوں کے سبب کوئی مصیبت نازل ہو جاتی تو

یہ کہنے لگتے کہ اے ہمارے پروردگار تو نے ہمارے پاس کوئی رسول کیوں نہ بھیج دیا کہ ہم تیرے احکام کی پیروی کرتے اور ایمان والوں میں ہوتے۔ سورۃ القصص)

چوتھی آیت: وَلَوْ اَنَّآ اَهْلَكْنٰهُمْ بِعَذَابٍ مِّنْ قَبْلِهٖ لَقَالُوْا رَبَّنَا لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّذِلَّ وَنَخْزٰى (ترجمہ: اور اگر ہم انہیں عذاب سے ہلاک کر دیتے اس (قرآن) کے قبل ہی تو یہ کہتے کہ اے ہمارے پروردگار تو نے ہمارے پاس کوئی رسول کیوں نہ بھیجا کہ ہم تیرے احکام کی پیروی کرنے لگتے قبل اس کے کہ ہم بے قدر اور رسوا ہوں۔ (سورۃ طٰہٰ)

پانچویں آیت: وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى حَتّٰى يَبْعَثَ فِيْٓ اُمِّهَا رَسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا (ترجمہ: آپ کا پروردگار بستیوں کو ہلاک نہیں کیا کرتا۔ جب تک کہ ان کے صدر مقام میں کسی پیغمبر کو نہ بھیجے جو انہیں ہماری آیتیں پڑھ کر سنا دے۔ (سورۃ القصص)

چھٹی آیت: وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ (ترجمہ: اور یہ کتاب ہے جس کو ہم نے بھیجا ہے خیر و برکت والی ہے سو اب اس کی پیروی کرو تاکہ تم پر رحمت کی جائے۔ سورۃ الانعام)

ساتویں آیت: وَمَآ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا لَهَا مُنْذِرُوْنَ ذِكْرٰى وَمَا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ۔ (ترجمہ: اور ہم نے جتنی بھی بستیاں ہلاک کیں سب میں ڈرانے والے آ چکے نصیحت کے واسطے اور ہم ظلم کرنے والے تو نہیں تھے (سورۃ الشعراء)

آٹھویں آیت: وَهُمْ يَصْطَرِخُوْنَ فِيْهَا رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا

غیرالذی کنا نعمل اولم نعمرکم مایتذکر فیہ من تذکر وجاءکم النذیر۔

(ترجمہ: اور وہ اس کے اندر چلائیں گے کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو نکال اب ہم اچھے کام کریں گے برخلاف ان کاموں کے جو کیا کرتے تھے، کیا ہم نے تم کو اتنی عمر نہ دی تھی کہ جس میں جس کو سمجھنا ہوتا سمجھ لیتا اور تمہارے پاس ڈرانے والا بھی پہنچا تھا۔ سورۂ فاطر)

اور چھ احادیث سے استدلال کیا ہے جن میں سے ایک حدیث وہ بھی ہے جس کی تخریج امام احمد بن حنبل اور اسحاق بن راہویہ نے اپنی مسند میں اور بیہقی نے اعتقاد میں کی ہے اور اسے صحیح بتلایا ہے۔ انھوں نے اسے اسود ابن سریع اور ابوہریرہ سے روایت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چار اشخاص قیامت کے دن احتجاج کریں گے۔ ایک وہ بہرا آدمی جسے کچھ بھی سنائی نہیں دیتا۔ اور ایک احمق آدمی اور ایک ضعیف العمر آدمی اور ایک وہ آدمی جو فترہ میں مرا ہو۔ جہاں تک بہرے کا سوال ہے وہ یہ کہے گا کہ پروردگار! اسلام اس وقت آیا جب کہ مجھے کچھ سنائی نہیں دیتا تھا۔ اور احمق یہ کہے گا کہ اسلام اس وقت آیا جب کہ میں عقل و ہوش کو خیرباد کہہ چکا تھا۔ اور فترہ میں مرنے والا شخص کہے گا کہ پروردگار! تیری طرف سے میرے پاس کوئی رسول نہیں آیا۔ اب اللہ تعالیٰ ان سب سے اس بات کا عہد و پیمان لے گا کہ وہ ضرور بضرور اس کی اطاعت کریں گے۔ اور پھر ان کے پاس پیغام روانہ فرمائے گا کہ جہنم میں داخل ہو جاؤ۔

لہذا جو شخص اس میں داخل ہو جائے گا تو آگ اس کے لیے خنکی اور سلامتی بن جائے گی۔ اور جو شخص اس میں نہیں داخل ہو گا اسے کھینچ کر وہاں سے لے جایا جائے گا اور ان ہی احادیث میں سے ایک حدیث وہ بھی ہے جس کی تخریج بزار نے اپنی مسند میں ترمذی کی شرط کے مطابق سند حسن کے ساتھ اور ابو سعید خدری سے کی ہے۔ انھوں نے کہا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فترہ میں ہلاک ہونے والے کو، دیوانے کو اور نو مولود کو لایا جائے گا تو فترہ میں ہلاک ہونے والا کہے گا کہ نہ تو میرے پاس کوئی کتاب آئی اور نہ ہی کوئی رسول۔ دیوانہ کہے گا کہ پروردگار تو نے مجھے عقل نہیں عطا کی جس سے میں خیر و شر کا ادراک کر سکتا۔ اور نو مولود کہے گا کہ مجھے عمل کا موقع ہی نہیں ملا۔ اب ان کے روبرو آگ لائی جائے گی اور ان سے کہا جائے گا کہ اس میں داخل ہو جاؤ۔ لہذا ایسا شخص اس میں داخل ہو جائیگا جو اللہ تعالیٰ کے علم میں سعید ہوتا اگر اسے عمل کا موقع ملتا۔ اور ایسا شخص رک جائیگا جو اللہ تعالیٰ کے علم میں بدبخت ہوتا اگر اسے عمل کا موقع ملتا۔ چنانچہ اللہ تبارک تعالیٰ فرمائیگا کہ میری ہی نافرمانی کر ڈالی تو بھلا میرے رسولوں پر غائبانہ ایمان کیسے لاتے؟

اور انھیں احادیث میں سے ایک حدیث وہ بھی ہے جس کی تخریج عبدالرزاق۔ ابن جریر۔ ابن ابی حاتم اور ابن المنذر نے اپنی تفاسیر میں شیخین (بخاری و مسلم) کی شرط کے مطابق سند صحیح سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کی ہے۔ فرمایا کہ جب روز قیامت آئے گا تو اللہ تعالیٰ اہلِ فترہ کو، دیوانے کو، بہرے اور گونگے

کو اور ان بوڑھوں کو جو اسلام نہیں پا سکے جمع کرے گا۔ پھر انھیں پیغام روانہ کرے گا۔ کہ آگ میں داخل ہو جاؤ۔ وہ لوگ کہیں گے کہ یہ بھلا کیسے جبکہ ہمارے پاس رسول نہیں آئے۔ آپؐ نے فرمایا۔ قسم بخدا! اگر وہ لوگ اس میں داخل ہو جاتے تو وہ ان کے لیے خنکی اور سلامتی بن جاتی۔ پھر اللہ انھیں پیغام روانہ کرے گا کہ اطاعت کرو۔ اب وہ شخص اطاعت کرے گا جس کے لیے اللہ تعالیٰ اس بات کا ارادہ کرے گا کہ وہ اس کی اطاعت کرے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر آپ لوگ چاہیں تو پڑھیں۔

"وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّىٰ نَبْعَثَ رَسُولًا"

اور چوتھی حدیث کی تخریج حاکم نے اپنی مستدرک میں ثوبان کی حدیث سے کی ہے اور اسے شیخین کی شرط کے مطابق صحیح بتلایا ہے اور ذہبی نے بھی اس پر صاد کیا ہے اور پانچویں حدیث کا اخراج بزار اور ابو یعلیٰ نے انس کی حدیث سے کیا ہے اور چھٹی حدیث کی تخریج ابو نعیم نے حلیۃ الاولیا میں معاذ بن جبل کی حدیث سے کی ہے۔

علماء کا کہنا ہے کہ یہ آیات و احادیث ہر اس حدیث کی ناسخ ہیں جو ان کی مخالف ہیں۔ جس طرح کہ مشرکین کے بچوں کے بارے میں وارد شدہ احادیث کہ وہ جہنم میں ہیں اللہ تعالےٰ کے اس قول سے منسوخ ہیں کہ "وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ" اور ان احادیث سے منسوخ ہیں جو اس کے خلاف آئی ہیں۔ اور یہی طریق کار ایک جماعت نے اپنایا ہے جس کے آخر میں اپنے زمانے کے امام الحفاظ قاضی القضاۃ

شہاب الدین احمد بن حجر آتے ہیں۔ ان کا قول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام آباء یعنی جو بعثت سے قبل انتقال کر گئے ان کے بارے میں گمان یہی ہے کہ آزمائش کے وقت وہ لوگ اطاعت کریں گے تاکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قرار حاصل ہو اور اس پر وہ حدیث دلالت کرتی ہے جس کی تخریج ابن جریر نے اپنی تفسیر میں ابن عباسؓ سے اللہ تعالیٰ کے اس قول "وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ" کے سلسلے میں کی ہے۔ فرمایا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا یہ ہے کہ آپ کے اہل بیت میں سے کوئی فرد آگ میں نہ داخل ہو، اور اس پر وہ حدیث دلالت کرتی ہے جس کی تخریج وتصحیح حاکم نے ابن مسعود سے کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کے والدین کے معاملے میں دریافت کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا کہ میں ان کے بارے میں جو بھی مانگوں گا وہ مجھے ان کے سلسلے میں عطا کرے گا۔ جبکہ میں اس روز مقام محمود پر کھڑا رہوں گا۔ یہ حدیث اس بات کی طرف اشارہ کر رہی ہے کہ امتحان کے وقت شفاعت قبول ہوگی۔ اور اگر ان لوگوں تک دعوت پہنچی ہوتی تو شفاعت کا سوال پیدا ہی نہیں ہوتا تھا۔ کیوں کہ شفاعت ایسے شخص کے لیے نہیں جس تک دعوت کی رسائی ہو چکی ہو اور اس نے ہٹ دھرمی کا ثبوت دیا ہو۔ اور یہ اشارہ اس حدیث میں کھل کر سامنے آجاتا ہے جس کی تخریج امام رازی نے اپنی فوائد میں ایک ضعیف سند سے ابن عمر سے کی ہے انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب روز قیامت

آئے گا تو میں اپنے ماں باپ، اپنے چچا ابو طالب اور اپنے ایک جاہلی دور کے بھائی کے لیے سفارش کروں گا۔ محب طبری نے جن کا شمار حفاظ اور فقہا میں کیا جاتا ہے اسے اپنی کتاب "ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربیٰ" میں لائے ہیں اور کہا ہے کہ اگر یہ حدیث ثابت ہو جائے تو ابو طالب کے بارے میں یہ تاویل کی جائے گی کہ آپ کی شفاعت سے ان کے عذاب میں تخفیف ہو گی جیسا کہ صحیح احادیث میں وارد ہے۔

ان میں ابو طالب کے بارے میں تاویل کی ضرورت اس لیے درکار ہوئی کیونکہ زمانۂ بعثت ملنے کے باوجود وہ اسلام نہیں لائے۔ ان لوگوں کے بارے میں جن تک دعوت کی رسائی نہیں ہوئی علما نے مختلف باتیں کہی ہیں۔ سب سے اچھی اور معقول بات یہ ہے کہ وہ ناجی ہیں اور بعض لوگوں نے انھیں مسلم قرار دیا ہے اور امام غزالیؒ کا کہنا ہے کہ وہ لوگ مسلم کے معنی میں ہیں۔

دوسرا درجہ: یہ ہے کہ اللہ نے آپ کی خاطر ان دونوں کو زندہ کیا اور آپؐ کے ماں باپ آپؐ پر ایمان لائے اور یہ واقعہ حجۃ الوداع کے موقع پر پیش آیا۔ اور اس کی بنیاد اس حدیث پر ہے جو حضرت عائشہؓ سے مروی ہے اور جس کی تخریج خطیب بغدادی نے "سابق ولاحق" میں، دار قطنی اور ابن عساکر دونوں نے "غرائب مالک" میں، ابن شاہین نے "ناسخ و منسوخ" میں اور محب الطبری نے اپنی سیرت میں کی ہے اور اسے سہیلی بھی دوسری سند اور دوسرے لفظ سے

"الروض الانف" میں لائے ہیں اور اس کی اسناد ضعیف ہونے کے باوجود تینوں حضرات اس کی طرف مائل ہیں اور یہی حال قرطبی اور ابن منیر کا بھی ہے اور ابن سید الناس نے اسے بعض اہل علم سے نقل کیا ہے اور صلاح صفدی اپنی ایک نظم میں اور حافظ شمس الدین بن ناصر الدین دمشقی اپنے اشعار میں اس بات کے قائل ہیں اور ان لوگوں نے اس حدیث کو مخالف حدیثوں کی ناسخ قرار دیا ہے کیونکہ یہ حدیث بعد کی ہے اور انھیں اس حدیث کے ضعف کی بھی پرواہ نہیں کیونکہ فضائل و مناقب میں ضعیف حدیث پر بھی عمل کیا جا سکتا ہے۔ اور یہ بھی تو ایک منقبت ہی ہے اور اس حدیث کی بعض لوگوں نے اس قاعدے کی بنیاد پر تائید کی ہے۔ جس قاعدے پر علمائے امت متفق ہیں اور وہ قاعدہ یہ ہے کہ جو بھی معجزہ یا خصوصیت کسی نبی کو حاصل ہوا ہے، اس جیسا معجزہ یا خصوصیت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی حاصل ہوا ہے اور اللہ تعالٰی نے عیسٰی علیہ السلام کے لیے قبروں سے مردوں کو زندہ کیا تھا تو ضروری ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے بھی اسطرح کا معجزہ ہو اور اسطرح کا معجزہ اس حدیث کے علاوہ اور کہیں مروی نہیں ہے اسلئے اسکا ثبوت ناقابل یقین نہیں گو "نطق ذراع" اور "حنین جذع" اسی قبیل کے قصے ہیں مگر یہ قصہ اس واقعہ کے عین مطابق ہے جو عیسٰی علیہ السلام کو پیش آیا لہٰذا وہ زیادہ مشابہ ہے اور بلاشبہ ان طریقوں میں سے جن سے حدیث ضعیف کی تقویت ہوتی ہے یہ بھی ہے کہ وہ مقررہ قواعد کے مطابق ہو۔

حافظ ابن ناصر الدین دمشقی فرماتے ہیں۔

حَبَا اللهُ النبی مَزِیدَ فضلٍ   عَلیٰ فضلٍ وَ کَانَ بِہٖ رَؤُفَا

اللہ نے اپنے نبی کو فضل فراواں سے نوازا ہے اور وہ اس پر مہربان ہے

فَاَحیَا اُمَّہٗ وَ کَذَا اَبَاہُ   لِاِیمَانٍ بِہٖ فَضلًا لَطِیفَا

لہٰذا لطیفانہ مہربانی کے طور پر اس نے آپؐ کے ماں باپ کو زندہ کیا تاکہ وہ آپ پر ایمان لائیں

فَسَلِّمْ فَالقَدِیمُ بِذَا قَدِیرٌ   وَاِن کَانَ الحَدِیثُ بِہٖ ضَعِیفَا

لہٰذا تو اسے تسلیم کرلے کیونکہ وہ ذات قدیم اس پر قادر ہے گو اس سلسلہ میں وارد شدہ حدیث ضعیف بھی کیوں نہ ہو۔

تیسرا درجہ: یہ ہے کہ آپ دونوں توحید اور دین ابراہیمی پر تھے جس طرح کہ عرب کی ایک جماعت جیسے زید بن عمرو بن نفیل قس بن ساعدہ ورقہ بن نوفل۔ عمر بن جبیب جہنی۔ عمرو بن عتبہ اور دیگر افراد اس دین پر قائم تھے۔ اور امام فخرالدین رازی کا یہی نقطۂ نظر ہے۔ اور وہ مزید یہ کہتے ہیں کہ آدمؑ تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام آباء توحید پرست تھے۔ اور ان میں کوئی بھی مشرک نہیں تھا۔ ان کا کہنا ہے کہ جس چیز سے یہ استدلال کیا جاسکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء مشرک نہ تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول ہے کہ میں ہمیشہ طاہرین کی پشت سے طاہرات کے رحم میں منتقل ہوتا رہا اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ مشرکین نجس ہیں۔ اس بنا پر یہ ضروری

ہو جاتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اجداد میں کوئی مشرک نہ ہو؛ انھوں نے کہا کہ اسی قبیل سے اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے "الَّذِی یَرَاکَ حِینَ تَقُومُ وَتَقَلُّبَکَ فِی السَّاجِدِین" اس کے معنی یہ ہے کہ آپ کا نور ایک ساجد سے دوسرے کی طرف منتقل ہوا کرتا تھا انھوں نے کہا کہ اس ثبوت کے باعث آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام آبا، مسلم تھے۔ انھوں نے کہا کہ ایسے وقت اس بات کی قطعیت ضروری ہو جاتی ہے کہ ابراھیم علیہ السلام کے والد کافروں میں سے نہیں تھے، بلکہ کافر تو ان کے چچا تھے۔ اس باب کی انتہائی چیز یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قول " وَتَقَلُّبَکَ فِی السَّاجِدِین " دیگر وجوہ پر محمول کیا جائے۔ لیکن جب روایات "کل" کی وارد ہوں اور ان کے درمیان کوئی تضاد نہ ہو تو آیت کو "کل" پر محمول کرنا واجب ہے اور اس سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کے والد بت پرستوں میں سے نہ تھے بلکہ ان کے چچا تھے۔ امام فخر الدین رازی کے قول کا خلاصہ ختم ہوا۔

اور دوسری آیت سے اس طرح استدلال کرنے کے سلسلے میں ہمارے اصحاب میں سے امام ماوردی صاحب "حاوی کبیر" نے بھی امام رازی کا ساتھ دیا ہے اور اس مقالہ کی تائید میں مجھے بھی بعض مجمل اور بعض مفصل دلیلیں دستیاب ہوئی ہیں۔ مجمل دلیل دو مقدموں سے مرکب ہے۔ ایک مقدمہ یہ ہے کہ صحیح حدیثوں سے یہ دلالت فراہم ہوتی ہے کہ آدم سے لے کر آپؐ کے پدر بزرگوار تک آپؐ کی

ہر ایک اصل اپنے زمانے کا "خیر" تھی اور دوسرا مقدمہ یہ ہے کہ صحیح احادیث و آثار اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ نوح علیہ السلام کے زمانے سے لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت تک زمین ایسے افراد سے خالی نہیں رہی جو فطرت پر تھے اور اللہ کی پرستش کرتے تھے اور اس کو ایک مانتے تھے اور اس کی نماز پڑھتے تھے اور انھیں کی وجہ سے زمین محفوظ تھی اور اگر وہ لوگ نہ ہوتے تو زمین اور اہلِ زمین ہلاک ہو جاتے۔ پہلے مقدمہ کے دلائل میں سے بخاری کی یہ حدیث ہے کہ میں (آنحضرت) صدی در صدی بنی آدم کی سب سے بہتر صدی سے مبعوث ہوا یہاں تک کہ میں اس صدی سے مبعوث ہوا جس میں میں تھا۔ اور بیہقی کی یہ حدیث ہے کہ لوگ جب بھی دو فرقوں میں بٹتے تو اللہ مجھے بہتر فرقے میں کر دیتا۔ چنانچہ مجھے میرے والدین سے نکالا گیا تو زمانۂ جاہلیت کی کوئی چیز مجھے چھو نہ سکی تھی۔ اور میں نکاح سے نکلا۔ زنا سے نہیں نکلا۔ آدم علیہ السلام سے لے کر اس وقت تک جبکہ میں اپنے ماں باپ تک پہنچ گیا۔ لہٰذا میں تم لوگوں میں سب سے بہتر نفس اور سب سے بہتر باپ والا ہوا۔ اور ابو نعیم وغیرہ کی یہ حدیث ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے ہمیشہ پاک پشتوں سے پاک ارحام تک پاکیزہ و مہذب حالت میں منتقل کرتا رہا۔ جب بھی دو شاخیں پھوٹتیں تو میں ان میں سے بہتر شاخ میں رہتا، اس کے علاوہ دیگر

بہت سی احادیث بھی ہیں، اور دوسرے مقدمے کے دلائل میں سے وہ حدیث ہے جس کی تخریج عبدالرزاق نے مصنف میں اور ابن منذر نے اپنی تفسیر میں شیخین کی شرط کے مطابق سند صحیح سے علیؑ ابن ابی طالب سے کی ہے۔ فرمایا کہ زمین پر ہمیشہ کوئی نہ کوئی ایسا شخص ضرور رہا ہے جو اس پر اللہ پاک کی عبادت کرتا رہا۔ اور امام احمد بن حنبل نے زہد میں اور خلال نے کراماتِ اولیاء میں شیخین کی شرط کے مطابق سند صحیح کے ذریعہ ابن عباسؓ سے تخریج کی ہے۔ فرمایا کہ نوح علیہ السلام کے بعد زمین ایسے سات افراد سے خالی نہیں رہی جن کے ذریعہ اللہ پاک باشندگانِ ارض سے عذاب کو دفع کرتا تھا۔ اور اس کے علاوہ دیگر آثار بھی ہیں۔ جب آپ ان دونوں مقدموں کو یکجا کر دیں تو ان سے یہ قطعی نتیجہ برآمد ہوگا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء میں کوئی مشرک نہیں تھا کیوں کہ ان میں سے ہر ایک کے بارے میں یہ ثابت ہو چکا ہے کہ وہ اپنی صدی کا بہترین تھا۔ لہٰذا اگر وہ افراد جو فطرت پر قائم تھے، وہی آپ کے آباء تھے تو ہمارا دعویٰ بھی یہی ہے اور اگر وہ کوئی دوسرے لوگ تھے اور آباء شرک پر تھے تو دو میں سے کوئی ایک بات لازم آتی ہے۔ یا تو یہ ہے کہ مشرک مسلم سے بہتر ہو اور یہ بات نص قرآنی اور اجماع کی رو سے باطل ہے، اور یا تو یہ ہے کہ ان کا غیر ان سے بہتر ہو اور یہ بات بھی باطل ہے کیونکہ یہ صحیح احادیث کے خلاف ہے۔ لہٰذا قطعی طور سے یہ واجب ہو گیا

کہ ان میں سے کوئی مشرک نہیں تھا تا کہ ہر شخص اپنی صدی میں "خیر اہل الارض" قرار پائے۔

اور جہاں تک دلیل مفصل کا سوال ہے تو بزار نے اپنی مسند میں اور ابن جریر، ابنِ ابی حاتم اور ابن المنذر نے اپنی تفاسیر میں اور حاکم نے صحت کے ساتھ مستدرک میں ابن عباس سے اللہ تعالیٰ کے اس قول کَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً کے بارے میں اس حدیث کی تخریج کی ہے فرمایا کہ آدم اور نوح علیہ السلام کے درمیان دس صدیاں تھیں اور سب کی سب حقانی شریعت پر تھیں۔ مگر پھر لوگ اختلاف کا شکار ہو گئے تو اللہ پاک نے انبیائ کو مبعوث فرمایا اور اس آیت کے سلسلے میں ابنِ ابی حاتم نے قتادہ سے اس حدیث کی تخریج کی ہے۔ فرمایا کہ آدم اور نوح علیہ السلام کے درمیان دس صدیاں تھیں اور سب کے سب علمار تھے جن سے ہدایت حاصل کی جاتی تھی اور وہ حقانی شریعت پر تھے۔ بعد ازاں وہ اختلاف کا شکار ہو گئے تو اللہ پاک نے نوح علیہ السلام کو بھیجا اور وہی پہلے رسول تھے جنھیں اللہ پاک نے اھلِ زمین کی طرف بھیجا اور قرآن میں نوح علیہ السلام سے حکایتاً وارد ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ پروردگارا! مجھے اور میرے والدین کو اور اس شخص کو بخش دے جو میرے گھر میں مومن بن کر داخل ہو۔ چنانچہ اس لئے آدم تا نوح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اجداد کا ایمان ثابت ہو گیا۔ اور نوح علیہ السلام کے فرزند

سام نص قرآنی اور اجماع کی رو سے مومن ہیں۔ کیوں کہ انھوں نے اپنے باپ کے ہمراہ کشتی میں نجات پائی۔ اور اس میں اسی کو نجات ملی تھی جو مومن تھا اور قرآن کریم میں ہے کہ ہم نے انھیں کی ذریت کو باقی رکھا بلکہ ایک اثر میں وارد ہے کہ وہ نبی تھے اور ان کے فرزند ارفخشد کے ایمان پر بھی ایک اثر میں نص آئی ہے یہ اثر ابن عباس سے مروی ہے اور اس کی تخریج ابن عبد الحکم نے تاریخ مصر میں کی ہے اور اس میں بیان کیا گیا ہے کہ اس نے اپنے دادا نوح کو پایا تھا انھوں نے اسکے لیے اللہ پاک سے دعا کی تھی کہ اللہ تعالیٰ اس کی اولاد میں ملک و نبوت عطا کرے اور شارخ سے لے کر تارخ تک کا اسلام بھی اس اثر میں منصوص ہے جس کی تخریج ابن سعد نے طبقات میں کلبی کے طریق سے کی ہے اور جہاں تک آذر کا سوال ہے تو امام رازی کے قول کے مطابق زیادہ قابل ترجیح تو یہی ہے کہ وہ ابراھیم علیہ السلام کے چچا ہیں اور ان کے باپ نہیں ہیں۔ اور ان سے پہلے سلف کی ایک جماعت نے بھی یہی بات کہی ہے۔ چنانچہ ہم نے اسناداً ابن عباس۔ مجاھد۔ ابن جریج اور سدی سے روایت کی ہے۔ ان لوگوں نے کہا ہے کہ آذر ابراہیم علیہ السلام کے باپ نہیں تھے۔ وہ تو ابراہیم بن تارخ ہیں اور ابن منذر کی تفسیر میں مجھے ایک ایسے اثر کا پتہ چلا ہے جس میں اس بات کی صراحت ہے

کہ وہ ان کے چچا تھے۔ لہذا ہماری اس بات سے ثابت ہوگیا کہ از آدم تا ابراہیم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اجداد شریفہ کا ایمان منصوص ہے اور ان پر سب کا اتفاق ہے مگر صرف آذر میں اس حیثیت سے اختلاف کیا گیا ہے کہ آیا وہ باپ ہیں یا چچا۔ اگر وہ باپ تھے تو اجداد سے مستثنیٰ ہوجائینگے اور چچا تھے تو اجداد سے خارج ہو جائیں گے۔ اور سلسلہ سالم رہ جائے گا۔ اور جہاں تک ابراہیم اور اسمٰعیل علیہ السلام کے بعد کا سوال ہے تو صحیح احادیث اور علمائے کے نصوص اس بات پر متفق ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام کے بعد عرب اپنے دین پر تھے اور ان میں سے کوئی کافر نہیں ہوا تھا اور نہ ہی عمرو بن لُحی خزاعی کے زمانے تک کسی نے بت پرستی کی تھی۔ عمرو بن لُحی ہی وہ پہلا شخص ہے جس نے دین ابراہیم کو بدل ڈالا اور بت پرستی کی اور نذر کی ہوی اونٹنیوں کو چھوڑا۔ بخاری اور مسلم نے ابو ہریرہ سے تخریج کی ہے کہ انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے عمرو بن عامر خزاعی کو جہنم میں اپنی آنتیں گھسیٹتے ہوے دیکھا اور یہی وہ پہلا شخص ہے جس نے نذر کی ہوی اونٹنیوں کو چھوڑا، اور ابن جریر نے اپنی تفسیر میں ابو ہریرہؓ سے تخریج کی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے عمرو بن لُحی بن قمعہ بن خندف کو جہنم میں اپنی آنتیں گھسیٹتے ہوے دیکھا۔ یہی وہ پہلا شخص ہے جس نے دین ابراہیمی کو تبدیل کر ڈالا اور امام احمد نے اپنی مسند میں ابن مسعود سے تخریج کی ہے

کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ سب سے پہلے جس نے نذر کی ہوئی اونٹنیوں کو چھوڑا اور بت پرستی کی وہ ابو خزاعہ عمرو بن عامر ہے اور میں نے اسے جہنم میں اپنی آنتیں گھسیٹتے ہوئے دیکھا، اور "شہرستانی" نے "ملل ونحل" میں کہا ہے کہ دین ابراہیمی برقرار تھا اور توحید صدر عرب میں پھیلی ہوئی تھی اور جس نے سب سے پہلے اسے تبدیل کیا اور بت پرستی اختیار کی وہ عمرو بن لحی ہے، اور حافظ عماد بن کثیر نے کہا ہے کہ عرب دین ابراہیمی سے وابستہ تھے یہاں تک کہ عمرو بن عامر خزاعی مکہ کا والی بنا اور خانۂ کعبہ کی ولایت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اجداد سے چھین لی۔ چنانچہ اس نے بت پرستی ایجاد کی اور عربوں کے لیے گمراہیاں پیدا کیں اور لبیک میں "لاشریك لك" کے بعد "الا شریکا تملکه وما ملك" کا اضافہ کیا یہ بات پہلے اس نے کہی اور شرک پر عرب اس کے تابع بن گئے اور اس طرح وہ قوم نوح جیسے بن گئے۔ یعنی اس چیز میں کہ انھوں نے کفر کو ایجاد کیا۔ جبکہ ان کے اسلاف مومن تھے اور ان کے اندر ان سب چیزوں کے باوجود دین ابراہیم کی بہت سی باتیں باقی تھیں، اور ابن ابی حبیب نے اپنی تاریخ میں ابن عباس سے تخریج کی ہے فرمایا کہ عدنان ومعد۔ ربیعہ ومضر اور خزیمہ واسد ملّتِ ابراہیمی پر قائم تھے لہذا تم ان کا ذکر ہمیشہ بھلائی کے ساتھ کیا کرو، اور ابن سعد نے طبقات

میں عبداللہ بن خالد کی حدیث مرسل کی تخریج کی ہے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم مضر کو گالیاں مت دو کیونکہ وہ مسلمان تھے اور سہیلی " روض انف " میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول ذکر کرتے ہیں کہ تم الیاس کو گالی مت دو کیونکہ وہ مسلمان تھے اور انھوں نے ذکر کیا کہ وہ اپنی پشت کے اندر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تلبیۂ حج کو سنتے تھے اور اس میں یہ بھی ہے کہ کعب بن لوئی پہلے وہ شخص ہیں جو یوم عروبہ کے موقع پر لوگوں کو جمع کرتے تھے اور قریش اس روز ان کے پاس جمع ہوتے تھے اور آپ ان کے روبرو وعظ فرماتے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی یاد دہانی کراتے اور انھیں بتایا کرتے کہ وہ انھیں کی اولاد میں سے ہوگا اور انھیں اس کی اتباع اور اس پر ایمان کا حکم دیتے اور اس سلسلے میں کچھ اشعار بھی سناتے جن میں ایک شعر یہ ہے۔

یا لیتنی شاھدًا فحواء دعوتہ

اذا قریشٌ تبغی الحقَ خذلانا

ترجمہ: اے کاش میں آپ کی دعوت کے ظہور کے وقت حاضر رہتا جبکہ قریش حق کی شکست کے خواہشمند ہوں گے۔

سہیلی کا یہ کہنا ہے کہ ماوردی نے بھی اس خبر کو اپنی کتاب "الاعلام" میں کعب سے ذکر کیا ہے اور ابونعیم نے دلائل میں اس کی تخریج کی ہے۔ اس بحث سے

یہ بات ثابت ہوگئی کہ ابراھیم علیہ السلام سے لے کر کعب بن لوی اور ان کے فرزند مُرّہ تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اجداد کا ایمان نص سے ثابت ہے اور اس بارے میں دو آدمی بھی مختلف نہیں اور مُرّہ اور عبد المطلب کے درمیان چار آباء باقی ہیں اور وہ ہیں کلاب۔ قصی۔ عبد مناف اور ہاشم، اور مجھے ان کے بارے میں ایسی ویسی کوئی نقل نہیں مل سکی اور وہ تین دلیلیں باقی ہیں جو ابراھیم علیہ السلام کی ان اولادوں سے متعلق ہیں جو آپ کے شریف نسب کے سلسلے سے وابستہ ہیں۔

پہلی دلیل: اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے کہ "وَاِذ قَالَ ابراھیم لابیہ وَقومِہٖ اِنّنی براءٌ مِمّا تعبُدُون اِلَّا الّذی فطرنی فَاِنّہٗ سیہدین وَجَعَلَہَا کَلِمَۃً بَاقِیَۃً فی عَقِبِہٖ" عبد بن حمید نے وَجَعَلَہَا کلمۃً باقیۃً فی عقبہٖ" کے سلسلے میں ابن عباس کے اس قول کی تخریج کی ہے کہ لَااِلٰہَ اِلَّا اللہ ابراھیمؑ کی نسل میں باقی ہے اور مجاہد نے بھی اسی طرح کے قول کی تخریج کی ہے اور قتادہ سے بھی وَجَعَلَہَا کَلِمَۃً بَاقِیَۃً فی عَقبہٖ کے سلسلے میں اس قول کی تخریج کی ہے کہ لَااِلٰہَ اِلَّا اللہ اور توحید کی شہادت کے کہنے والے آنحضرتؐ کی ذریت میں ہمیشہ رہیں گے۔ اور ابن منذر نے بھی آیت وَجَعَلَہَا کَلِمَۃً کے سلسلے میں ابن جریج کا قول نقل کیا ہے کہ "عقبہ" کا مطلب ہے

ابراھیم کی نسل میں۔ اس لیے بعد میں ابراہیم کی ذریت میں ہمیشہ کوئی نہ کوئی ایسا شخص ضرور رہا ہے جو "لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ" کہے اور مذکورہ آیت کے سلسلے میں عبدالرزاق اور ابن المنذر قتادہ کے قول کی تخریج کرتے ہیں کہ اخلاص اور توحید، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذریت میں ہمیشہ ایسے لوگ رہیں گے۔ جو اللہ پاک کی وحدانیت اور عبادت میں مشغول رہیں گے۔

اور دوسری دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے کہ" رب اجعلنی مُقِیمَ الصَّلٰوۃِ وَمِن ذُرِّیتی" فرمایا کہ ابراھیم علیہ السّلام کی ذریت میں ہمیشہ ایسے لوگ رہے جو فطرت پر قائم رہتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی پرستش کرتے رہے۔

اور تیسری دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے کہ "وَاِذْ قَالَ اِبْرَاھِیمُ رَبِّ اجْعَلْ ھٰذَا الْبَلَدَ آمِنًا وَّاجْنُبْنِی وَبَنِیَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ" ابن جریر نے اس آیت میں مجاہد کے اس قول کی تخریج کی ہے کہ اللہ تعالےٰ نے ابراھیم علیہ السّلام کی اولاد کے بارے میں ان کی دعا کو شرف پذیرائی بخشا۔ چنانچہ آپ کی دعا کے بعد آپ کی اولاد میں سے کسی نے بھی بت پرستی نہیں کی۔ اور اللہ تعالےٰ نے ان کی دعا کو شرفِ قبولیت عطا کرتے ہوئے اس شہر کو امن والا بنایا اور اس کے باشندوں کو میوہ جات کا رزق عطا کیا اور ان میں امام بنایا اور آپ کی نسل میں ایسے شخص کو رکھا جو نماز قائم کرتا رہا، اور ابن ابی حاتم نے سفیان بن عیینہ سے اس حدیث کی تخریج کی ہے کہ ان سے

دریافت کیا گیا کہ اسمٰعیل علیہ السّلام کی اولاد میں کسی نے بت پرستی کی؟ آپ نے جواب دیا کہ کیا تو نے اللہ پاک کا یہ قول نہیں سُنا " واجنبنی و بنیَّ ان نعبد الاصنام"۔ سوال کیا گیا کہ پھر اسحاق کی اولاد اور جملہ اولاد ابراہیمی اس میں کیوں نہیں داخل ہوی؟ فرمایا کیونکہ یہ دعا خاص طور سے اہل شہر کے لیے ہے کہ وہ بت پرستی نہ کریں جبکہ وہ انہیں وہاں آباد کرے۔ لہٰذا آپ نے فرمایا کہ اس شہر کو پُر امن بنا اور سارے شہروں کے لیے آپ نے اس طرح کی دعا نہ کی اور فرمایا کہ مجھے اور میرے بیٹوں کو اس بات سے محفوظ رکھ کہ ھم اس شہر میں بت پرستی کریں۔ چنانچہ آپ نے اپنے اھل کو مخصوص فرمایا۔ لہٰذا ہمارے جملہ مقرر کردہ دلائل و نقول سے امام فخر الدین رازی کے قول کا مصداق ظاہر ہو گیا اور حافظ شمس الدین بن ناصر الدین دمشقی کی یہ بات کس قدر پیاری ہے۔ فرمایا

تَنَقَّلَ اَحمَدُ نوراً عَظِیماً　　　　تَلَأ لأَ فِی جِباهِ السّاجِدِینا

ترجمہ: احمد اس نورِ عظیم کی صورت منتقل ہوتے رہے۔ جو سجدہ ریزوں کی پیشانیوں میں چمکتا رہا

تَقَلَّبَ فِیهم قَرناً فقرناً　　　　اِلیٰ اَن جاءَ خیرُ المُرسلینا

اور ان میں صدی در صدی پلٹتا رہا۔ یہاں تک کہ خیر المرسلین تشریف لائے۔

مذکورہ لوگوں کے بعد اب صرف عبد المطلب باقی رہ گئے ہیں اور ان کے بارے میں لوگ اختلافِ رائے کا شکار ہیں اور آپ کے تعلق سے یہی نقطۂ نظر

بہتر ہے کہ ان کو دعوت نہیں پہنچی۔ شہرستانی نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نور عبدالمطلب کے خدوخال میں کچھ حد تک ظاہر ہوا۔ اور اسی نور کی برکت سے انھیں اپنے لڑکے کی قربانی میں نذر کا الہام ہوا اور اسی کی برکت سے انھوں نے ابرہہ سے کہا کہ اس گھر کا ایک رب ہے جو اس کی حفاظت کرے گا اور اسی کی برکت سے فرمایا:

لاھم ان المرء یمنع   رحلہ فامنع رحالك

چنداں فکر کی بات نہیں بے شک آدمی اپنے کجاوے کی حفاظت کرتا ہے لہذا تو بھی اپنے کجاوے کی حفاظت فرما

لَا یَغۡلِبَنَّ صَلِیۡبُھُمۡ   ومحالھم ابداً محالك

ان کی صلیب اور چرخیاں تیری چرخیوں پر کبھی غالب نہ آنے پائیں۔

فانصر علی آل الصلیب   وعابدیہ الیوم آلك

لہذا تو صلیب کی آل اور اس کے پرستاروں پر اپنی آل کی مدد فرما

☆

اور اسی نور کی برکت سے اپنی اولاد کو ظلم و زیادتی سے کنارہ کش رہنے کا حکم دیتے تھے اور انھیں عمدہ اخلاق پر ابھارتے تھے (اور انھیں توحید کی تعلیم دیتے تھے) اور گری باتوں سے انھیں منع کرتے تھے اور اسی نور کی برکت سے وہ اپنی وصیتوں میں فرمایا کرتے تھے کہ دنیا سے کوئی ظالم آدمی اس وقت تک

نہیں جا سکتا۔ جب تک کہ اس سے انتقام نہ لے لیا جائے اور وہ کیفر کردار تک نہ پہنچ جائے۔ یہاں تک کہ ایک بار ایک ظالم آدمی بھی بلا کیفر کردار کو پہنچے ہلاک ہوگیا تو عبد المطلب سے اس بارے میں سوال کیا گیا۔ تو آپ نے قدرے غور و فکر کے بعد فرمایا کہ قسم بخدا! اس گھر کے بعد ایک اور گھر ہے جہاں محسن کو اپنے احسان کا بدلہ ملے گا اور برائی کرنے والے کو اپنی برائی کی سزا ملے گی لہٰذا اس بات سے ثابت ہوتا ہے کہ انھیں دعوت کما حقہٗ نہیں پہنچی تھی اور انھیں کسی ایسے شخص سے واسطہ نہیں پڑا تھا جو انھیں رسولوں کے پیغام کی حقیقت سے آگاہ کرتا۔ کیونکہ اگر آپ کا سابقہ کسی ایسے شخص سے پڑتا جو آپ کو اس بات سے واقف کراتا کہ انبیاء "بعث بعد الموت" کا پیغام بھی لائے ہیں تو آپ اس سے انجان نہیں رہتے تھے۔ یہاں تک کہ یہ حادثہ رونما ہوتا اور آپ اس میں غور فرما کر یہ نتیجہ اخذ کرتے کہ یہاں ایک دوسرا گھر بھی ہے، اور ان کے بارے میں ایک غیر معتبر قول یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو زندہ فرمایا یہاں تک کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے۔ ابن سید الناس نے سیرت میں اس قول کو نقل کیا ہے اور یہ قابل انکار قول ہے اور ائمہ سنت میں سے کسی سے میں نے یہ بات نہیں سنی۔ یہ قول بعض شیعہ حضرات کی طرف سے نقل کیا جاتا ہے اور یہ ایک بے دلیل قول ہے اور اس

خصوص میں ضعیف و غیر ضعیف کبھی بھی کوئی حدیث نہیں وارد ہوی اور یہی چیز امام فخر الدین رازی کے قول کی فارق ہے۔ کیوں کہ اس قول کا قائل یہ دعویٰ کرتا ہے کہ عبد المطلب کو زندہ کیا گیا اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے۔ اور امام فخر الدین اس بات کے قائل نہیں بلکہ اس بات کے قائل ہیں کہ وہ دراصل ملتِ ابراہیمی پر تھے۔ یہ بات نہیں کہ وہ بعد میں اس ملت کے اندر داخل ہوے۔

تتمہ

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی والدۂ محترمہ کے بارے میں اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جس کی تخریج ابونعیم نے دلائل میں سندِ ضعیف سے بطریقِ زہری کی ہے۔ زہری اُمِ سماعہ بنتِ ابی رہم سے روایت کرتے ہیں وہ اپنی ماں سے روایت کرتی ہیں کہ انھوں نے فرمایا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ماں آمنہ رضؓ کے پاس اس بیماری کے وقت گئی جس میں ان کا انتقال ہوگیا۔ اس وقت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پانچ سال کے نوخیز بچے تھے، وہ اپنی ماں کے سرہانے بیٹھے ہوئے تھے۔ انھوں نے اپنے بچے کے چہرے پر نظر ڈالی اور یہ اشعار کہے:

بارك الله فيك من غلام   یا ابن الذی من حومة الحمام

اللہ تعالیٰ ایک سنبچے کی حیثیت سے تمہیں مبارک کرے۔ اے اس شخص کے بیٹے جو موت کی گرفت سے

نجا بعون الملک المنعام	فودی غداۃ الضرب بالسهام
نجات پاگیا خدائے منعم کی مدد سے	چنانچہ اس نے تیراندازی کے دن
بمائة من الابل السوام	إن صح ما ابصرت فی المنام
ایک سو چرنے والے اونٹوں کی دیت دی	اگر میرا خواب صحیح ہے
فانت مبعوث إلی الانام	من عند ذی الجلال والاکرام

تو تم خداوند ذو الجلال و اکرام کی طرف سے مخلوق کی طرف مبعوث کیے جاؤگے

تبعث فی الحل و فی الحرام	تبعث بالتحقیق و الاسلام
تم حل و حرام میں مبعوث ہوں گے	تم تحقیق اور اسلام کو لے کر مبعوث ہو گے
دین ابیك الابرهام	فالله نهاك عن الاصنام
جو تمہارے باپ ابراہیم کا دین ہے	چنانچہ اللہ نے تمہیں بتوں سے منع کیا ہے کہ تم دوسری
أن لاتوالیها مع الاقوام	قوموں کے شانہ بشانہ ان بتوں سے دوستی نہ رکھو

پھر انھوں نے کہا کہ ہر زندہ کو مرنا ہے اور ہر نئے کو پرانا ہونا ہے اور ہر زیادہ کو فنا ہونا ہے اور میں اب مرنے والی ہوں اور میرا ذکر رہ جائے گا۔ میں نے خیر چھوڑا ہے اور بحالتِ طہارت جنا ہے۔ پھر ان کا انتقال ہوگیا اور ہم ان پر جنات کے نوحوں کو سنتے تھے جن کو ہم نے یاد کرلیا۔

بکی الفتاۃ البرۃ الامینه	ذات الجمال والفقه الرزینه

ہم روتے ہیں امانتدار اور نیکو کار عورت پر — جو خوب صورت اور پختہ عقل والی ہے

زوجۃ عبداللہ والقرینہ — اُم نبی اللہ ذی السکینہ

عبد اللہ کی بیوی اور ساتھی ہے — اللہ کے نبی کی ماں ہے جو سکون والا ہے

وصاحب المنبر بالمدینہ — صارت لدی حفرتھا رھینہ

اور وہ مدینہ میں منبر والا ہے — وہ اپنے قبر کے حوالے ہوگئی

ان اشعار میں آپ صریحاً دیکھ سکتے ہیں کہ وہ قوموں کے ساتھ بتوں کی دوستی سے روک رہی تھیں اور اس بات کا بھی اقرار کر رہی تھیں کہ خدائے ذوالجلال کی طرف سے ان کا فرزند مخلوق کی طرف مبعوث ہوگا یہ الفاظ شرک کے منافی ہیں۔ پھر میں نے انبیاء کی ماؤں کے سلسلے میں چھان بین کی تو ان میں سے اکثر کو یہ پایا کہ ان کے ایمان پر نص وارد ہے اور جس پر نص نہیں اس کے بارے میں سکوت اختیار کیا گیا ہے اور کوئی چیز نقل نہیں کی گئی۔ اور بظاہر انشاء اللہ وہ مومن ہی ہوں گی اور اس کا راز وہ نور ہے جس کا وہ لوگ مشاہدہ کرتی تھیں۔ جیسا کہ حدیث میں وارد ہے چنانچہ احمد بزار، طبرانی، حاکم اور بیہقی نے عرباض بن ساریہ سے تخریج کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں بندۂ خدا خاتم النبیین ہوں جبکہ آدم مٹی میں لتھڑے ہوئے تھے اور میں جلد ہی اس کے بارے میں بتلاؤں گا۔ اپنے باپ ابراہیم کی دعا۔ عیسیٰ کی بشارت اور اپنی ماں کا وہ

وہ خواب ہوں جو انھیں نظر آیا تھا۔ اور انبیاء کی مائیں اسی طرح خواب دیکھا کرتی ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ محترمہ نے آپؐ کے حمل و ولادت کے دوران اتنی نشانیاں دیکھیں جتنی دیگر انبیاء کی ماؤں نے نہیں دیکھا جیسا کہ اس کے بارے میں ہم کتاب المعجزات میں ذکر کر چکے ہیں اور یہ اس مسئلہ میں تیسری مختصر ترین تالیف ہے اور والدین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زندہ کیے جانے کے سلسلے میں میری ایک چوتھی تالیف بھی ہے اور خاص طور سے ساری باتیں فنِ حدیث کے نقطۂ نظر سے پیش کی گئی ہیں اور پانچویں تالیف کی بھی ابتدا میں نے کر دی ہے اور وہ انشائی طرز کا ایک مقالہ ہے۔

خاتمہ

میں نے شیخ امام تقی الدین رحمۃ اللہ علیہ کے والد شیخ کمال الدین الشمنی کے خط کے ایک مجموعے سے یہ عبارت نقل کی ہے کہ "قاضی ابو بکر ابن العربی سے ایک ایسے شخص کے بارے میں دریافت کیا گیا جس نے یہ کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والد دوزخ میں ہیں۔ قاضی موصوف نے جواب دیا کہ وہ ملعون ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے اِنَّ الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والآخرۃ واعد لھم عذابا مھینا" فرمایا کہ اس سے بڑھ کر اور کوئی اذیت نہیں کہ آپؐ کے والد کے متعلق یہ کہا جائے کہ وہ

آگ میں ہیں۔

"محب طبری" "کتاب ذخائر العقبیٰ" میں ابوہریرہ سے یہ روایت لائے ہیں۔ کہا کہ سبیعہ بنت ابولہب حضور کے پاس آئی اور بولی کہ اے رسول خدا! لوگ کہتے ہیں کہ تو جہنم کے ایندھن کی بیٹی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غضب ناک ہو کر کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ لوگوں کو کیا ہو گیا ہے جو میرے رشتہ داروں کے بارے میں مجھے اذیت پہنچاتے ہیں، جس نے میرے رشتہ داروں کی ایذا رسانی کی اس نے میری ایذا رسانی کی اور اس نے اللہ کی ایذا رسانی کی اور ابونعیم نے حلیہ میں عبداللہ بن یونس سے تخریج کی ہے۔ انھوں نے کہا کہ میں نے ہمارے بعض شیوخ کو یہ ذکر کرتے ہوئے سنا کہ عمر بن عبدالعزیزؓ کے پاس ایک کاتب لایا گیا تاکہ آپ کے پاس تحریری کام انجام دے وہ مسلمان تھا مگر اس کا باپ کافر تھا۔ عمر بن عبدالعزیزؒ نے اس شخص سے جو اس کاتب کو لایا تھا کہا کہ اگر تم مہاجرین کا کوئی فرزند لاتے تو کیا اچھا ہوتا؟ کاتب نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے باپ بھی تو . . . اور اس نے ایک ایسی بات کہی جسے میں نے حذف کر دیا ہے۔ اب عمرؓ غضب ناک ہو گئے اور بولے کہ تو میرے پاس قلم سے کبھی بھی نہیں لکھے گا۔ اور شیخ الاسلام ہروی نے ذم کلام میں ابن ابی جمیلہ کی سند سے تخریج کی ہے کہ انھوں نے کہا کہ عمر بن عبدالعزیز نے سلیمان بن سعد سے پوچھا کہ مجھے یہ

معلوم ہوا ہے کہ تمہارا باپ جو ہمارا عامل ہے اس کی فلاں فلاں حیثیت ہے۔ حالانکہ وہ کافر ہے۔ سلیمان نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے باپ ... اور اس نے ایک ایسی بات کہی جس کو میں نے حذف کردیا ہے۔ عمر کو شدید غصہ آگیا اور اسے دواوین سے معزول کردیا۔ اور قاضی تاج الدین سبکی نے اپنی کتاب ترشیح میں ذکر کیا ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی بعض عبارتوں میں فرمایا ہے کہ اگر فلانی۔ یعنی کوئی ایک شریف عورت بھی چوری کرتی۔ تو میں اس کا ہاتھ کاٹ ڈالتا۔ ابن السبکی کہتے ہیں کہ غور کیجئے کہ امام شافعی نے "فلانی" کہا اور فاطمہؓ کے نام کو ظاہر نہیں کیا اور یہ ادب ملحوظ رکھا کہ ان کو ایسی جگہ ذکر کریں گو فاطمہؓ کے والد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام فرمایا تھا۔ کیونکہ آپ کو وہ چیزیں زیبا ہیں جو دوسروں کو زیبا نہیں۔ تاج الدین سبکی کی بات ختم ہوئی۔ اور یہی مودبانہ انداز ابوداؤد صاحب سنن نے اختیار کیا ہے چنانچہ انھوں نے ایک حدیث کی تخریج کی جس کے آخر میں عبدالمطلب کے تعلق سے کوئی چیز ہے۔ جب آپ اس کے ذکر تک پہنچے تو کہا کہ انھوں نے کوئی سخت بات کہی اور اس کی صراحت نہیں کی اور وہ حدیث مسند احمد اور سنن نسائی میں پورے طور سے موجود ہے۔ اس طرح کے واقعات ان ائمہ کی طرف سے ہمارے لیے اس بات کی تعلیم ہیں کہ ہم ادباً اس طرح کی بات کے سلسلے میں لب کشائی سے احتراز کریں اور اسی لیے میں نے اس تالیف میں اور دیگر ساری تالیفات میں چوتھے فرقے کے اقوال کی حکایت کی صراحت سے خاموشی اختیار کی ہے اور صرف تیسرے فریق کی حکایت پر اکتفا کیا ہے۔ واللہ المستعان۔

رسالہ تنبیہ الغفول فی اثبات اسلام آباء الرسول

تصنیف افضل العلما مولانا حضرت ارتضا علی خاں صاحب صفوی ؒ

ترجمہ از

مولوی فیاض الدین نظامی و مولانا محمد عمران اعظمی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؁

بعد حمد و صلوٰۃ آپ کو معلوم ہونا چاہیئے اللہ تعالیٰ آپ کو تقویٰ کی توفیق عطا فرمائے اور شاہراہِ ہدایت کی اتباع کے ذریعہ آپ کی ہمنوائی فرمائے کہ اہلِ ایمان کا یہ متفقہ فیصلہ ہے کہ سردارِ انس و جان صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذارسانی دنیاوی و اخروی عذاب و خسران کا سبب ہے اور اس سے بڑھ کر اذیت اور کیا ہو سکتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ان آبائے کرام کے بارے میں جو کہ حسب و نسب کے اعتبار سے شریف ترین ہیں یہ کہا جائے کہ وہ لوگ عذاب میں رہیں گے اور جہنم کے مستحق ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَہُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَاَعَدَّ لَہُمْ عَذَابًا مُّہِیْنًا۔ بے شک وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کی اذیت رسانی کے مرتکب ہوتے ہیں اللہ نے دنیا اور آخرت میں انھیں ملعون قرار دیا ہے اور ان کے لیے رسوا کن عذاب تیار کیا ہے۔

شیخ محب الدین احمد طبری اپنی کتاب ذخائر العقبیٰ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ جب سبیعہ بنت ابی لہب نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ اے رسولِ خدا! لوگ مجھے حَمَّالَۃَ الْحَطَبِ کی بیٹی کہتے ہیں۔ تو یہ بات سن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ سلم انتہائی غضبناک ہو گئے اور فرمایا کہ لوگوں کو کیا ہو گیا

ہے کہ میرے رشتہ داروں پر طعن و تشنیع کے ذریعہ مجھے تکلیف دیتے ہیں جبکہ میری ایذا رسانی خدا کی ایذا رسانی کی موجب ہے۔ یہیں سے یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیئے کہ جب سبیعہ کی طعن و تشنیع، جس کے ماں اور باپ یقیناً اہلِ نار میں سے ہیں اس کے بارے میں کلامِ الٰہی یہ کہہ رہا ہے کہ وہ چیز رسول کی ایذا ہے تو ایسی صورت میں آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کے آبائے کرام کو جہنمی قرار دینا سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اذیت اور آپ کے غصہ کا سبب کیوں نہیں بن سکتا، جبکہ صریح احادیث سے ان کی نجات ثابت ہے۔

شیخ کمال الدین شُمنی سے منقول ہے کہ ایک شخص نے قاضی ابو بکر مالکی سے سوال کیا کہ اگر کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والد جہنم میں ہیں تو اس کی بابت آپ کا کیا فتوے ہے؟ تو انھوں نے فرمایا کہ آیت کریمہ اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ کی روسے وہ شخص ملعون ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کیا اذیت ہو سکتی ہے کہ آپ کے والدِ مکرم کو جہنمی کہا جائے۔ بخاری اور مسلم سے روایت ہے کہ ابو لہب کو بعد از مرگ خواب میں دیکھا گیا، اس کی حالت کے بارے میں سوال کیا گیا تو اس نے کہا کہ میں انتہائی سخت عذاب میں مبتلا ہوں۔ لیکن جب ثویبہ (ابو لہب کی لونڈی) نے محمدؐ بن عبداللہ کی ولادت کی خبر مجھ تک پہنچائی تو اس فرحت بخش خبر کے سنتے ہی میں نے انگلی کے اشارے سے اسے آزاد کر دیا اور آپ کی رضاعت کے واسطے فوراً حکم دیا۔ ایسا کرنے سے اس انگلی کی تشنگی جاتی رہی اور وہ آگ کے اثر سے آزاد ہو گئی۔ سبحان اللہ ایسی صورت میں جبکہ

ابولہب جیسے آدمی سے جو کہ آپ کا سخت ترین دشمن تھا ثوبیہ کو آزاد کر دینے کے باعث عذاب کم کیا جا سکتا ہے تو لوگوں کا اس آمنہ کے بارے میں کیا خیال ہے جنھوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نو مہینے تک اپنے رحم مبارک میں رکھا اور بعد ولادت چند سال تک انھیں انتہائی ناز و نعم سے پالا۔ امام سہیلیؒ فریقین کے اقوال نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ ہم کو اس دشوار قول[1] کے متعلق کوئی بات نہیں پہنچی کیونکہ حدیث میں ہے کہ لَا تُوْذُوْا الْاَحْیَاءَ بِالْاَمْوَاتِ یعنی زندوں کو مردوں کے ذریعہ ایذا مت دو۔ اور ہر چند کہ اس باب کی بعض احادیث میں کلام ہے اور گو وہ احادیث ضعف سے خالی نہیں ہیں لیکن یہاں ضعیف حدیث پر عمل جائز ہے۔ چنانچہ حنفی فقہ "در المختار" میں ہے کہ کسی ایسے مسلمان کی تکفیر کا فتویٰ نہیں دیا جا سکتا جس کے کفر کے بارے میں اختلاف ہو گو روایت ضعیف ہی کیوں نہ ہو۔ پس ایسی بنیاد پر ناقدین اخبار نبویؐ اور متبعان آثار مصطفویؐ جیسے علامۃ المعی حافظ جلال الدین سیوطی الشافعی اور امام حجۃ الاسلام ابو الحامد محمد غزالی اور امام فخر الدین رازی اور عالم ربانی ابن حجر عسقلانی اور امام ماوردی مصنف "حاوی کبیر" اور قرطبی اور ابن شاہین اور خطیب بغدادی اور ابن عساکر اور صلاح الدین صفدی اور شمس الدین دمشقی اور محب الدین طبری اور ابن حجر ہیتمی مکی اور شیخ الہند عبد الحق دہلوی نے اپنی کتب و رسائل میں اور مولانا عبد العلی نے شرح اسمائے اصحاب بدر میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آبائے کرام کے اسلام کو ثابت

---

(۱) یعنی یہ قول کہ آپؐ کے آباء مسلمان نہیں

کیا ہے اور مخالفین کے اقوال کو بڑے اچھے انداز میں رد کیا ہے اور ایسی خبریں جن میں آپ کے آبائے کرام کا اسلام نہ لانا بیان کیا گیا ہے ان کا بڑا ہی شافی و کافی جواب دیا ہے۔ مجھ ناچیز ابی علی محمد الملقب بارتضا علی خاں جو فاموی صفوی کو اتفاق سے ان دنوں ان کتب ورسائل میں سے اکثر کا مطالعہ کرنے کا موقع ملا اور ان کے مضامین سے آگاہی حاصل ہوی تو میں نے اپنے بعض کرم فرماؤں کی تحریک پر بزبان فارسی رسالہ تنبیہ الغفول فی اثبات اسلام آبائے رسول لکھا اور بارگاہِ رسالت سے اس بات کا امیدوار ہے کہ امّت مرحومہ کا یہ کمترین فرد اس تحفہ کے ذریعہ اہلِ نجات کی فہرست میں شامل ہوکر رسول مقبول صلّی اللہ علیہ وسلم کے پرچم تلے جمع ہو جائیں آمین! ثمّ آمین!

معلوم ہونا چاہیئے کہ اس لطیف مقصد کو حاصل کرنے کے سلسلے میں دو مسلک ہیں، پہلا قیاسی طریقہ کا اجمالی مسلک ہے اور وہ یہ کہ رسول اقدس صلّی اللہ علیہ وسلم کے تمام آبار اور امہات کے بارے میں اخبار صحیحہ اور آثارِ صریحہ سے یہ بات ثابت ہے کہ وہ لوگ بہترین اور پاک ہیں اور جاہلیت کی ناپاکی سے منزہ ہیں اور ہر وہ شخص جو ان صفاتِ حمیدہ سے آراستہ ہو وہ مشرک نہیں ہو سکتا۔ کیوں کہ مشرک کو ان اوصاف کے ساتھ موصوف کرنا نصاً باطل ہے کیونکہ قرآن پاک میں ہے اِنّما المُشرِکُونَ نَجَس، صغریٰ کو ثابت کرنے کے سلسلے میں بہتیری احادیث وارد ہیں جن میں سے یہاں چند احادیث پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

پہلی حدیث ابو نعیم نے حضرت انس سے روایت کی ہے کہ رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مجھے پاک پشتوں سے پاک ارحام کی طرف پاک وصاف حالت میں منتقل فرماتا رہا۔ جب بھی دو شاخیں پھوٹیں تو میں بہترین شاخ میں رہا۔

دوسری روایت ابن سعد کی طبقات میں ابنِ عباس سے مروی ہے کہ رسولِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عرب میں بہترین مضر ہیں اور مضر میں بہترین عبدِ مناف ہیں اور بنو عبد مناف میں بہترین ہاشم ہیں اور بنو ہاشم میں بہترین عبد المطلب ہیں۔ قسم بخدا اللہ نے آدم کو جب سے پیدا کیا ہے تب سے جب بھی دو فرقے ہوئے تو میں بہترین فرقے میں رہا۔

تیسری حدیث مسلم و ترمذی نے واثلہ سے روایت کی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ پاک نے ابراہیم سے اسمٰعیل کو منتخب کرلیا اور اولاد اسمٰعیل سے کنانہ کو منتخب کرلیا اور اولاد کنانہ سے قریش کو منتخب کرلیا اور قریش سے ہاشم کو منتخب کرلیا اور بنو ہاشم سے مجھے منتخب کرلیا۔

چوتھی حدیث حمزہ بن یوسف سہمی کی ہے یہ حدیث بھی واثلہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلیّ اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ اللہ پاک نے ابراہیم کو منتخب کیا اور انھیں دوست بنالیا اولاد ابراہیم میں سے اسمٰعیل کو منتخب کیا بعد ازاں اولاد اسمٰعیل سے نزار کو منتخب کیا اور اولاد نزار سے مضر کو منتخب کیا پھر اولاد مضر سے کنانہ کو منتخب کیا اور پھر اولاد کنانہ سے قریش کو منتخب کیا پھر اولادِ قریش سے ہاشم کو منتخب کیا پھر بنو ہاشم سے عبد المطلب کو منتخب کیا اور پھر بنو عبد المطلب سے مجھ کو منتخب کیا۔

پانچویں حدیث حاکم نے ربیعہ بن حارث سے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک اللہ نے اپنی مخلوق کو پیدا کیا اور اسے دو حصوں میں بانٹ دیا اور مجھے بہترین حصہ میں رکھا پھر انھیں قبیلوں میں بانٹ دیا اور مجھے بہترین قبیلہ میں رکھا پھر انھیں گھرانوں میں بانٹ دیا اور مجھے بہترین گھرانے میں رکھا لہٰذا میں تمہارے بہترین قبیلے اور بہترین گھرانے میں ہوں۔

چھٹی حدیث ترمذی نے عباس بن عبد المطلب سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک اللہ نے جب مجھے پیدا کیا تو مجھے اپنی بہترین مخلوق میں رکھا۔ پھر جس وقت قبیلوں کو پیدا کیا تو مجھے بہترین قبیلے میں رکھا اور جب جانوں کو پیدا کیا تو مجھے بہترین جان میں رکھا اور پھر جب گھرانوں کو پیدا کیا تو مجھے بہترین گھرانے میں رکھا۔ لہٰذا میں خاندان کی رو سے سب لوگوں سے بہتر ہوں اور نفس کے لحاظ سے بھی سب لوگوں سے بہتر ہوں۔

ساتویں حدیث ملک العلماء مولانا عبد العلی کی روایت ہے جو ابنِ حجر عسقلانی کی کتاب "اسمائے اصحابِ بدر" کی شرح میں مذکور ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں پشتِ آدم سے بہترین اہلِ زمین کی طرف پھر اور پھر بہترین اہل زمین کی طرف منتقل کیا جاتا رہا یہاں تک کہ میں پیدا ہوا۔

آٹھویں حدیث بیہقی نے انس بن مالک سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب بھی لوگ دو فرقوں میں تقسیم ہوئے تو اللہ پاک

نے مجھے بہترین فرقہ میں رکھا چنانچہ میرے والدین سے مجھے اس حالت میں نکالا کہ میں زمانۂ جاہلیت کی کسی چیز سے آلودہ نہیں ہوا تھا۔ چنانچہ میں آدم سے لے کر اپنے والدین تک پہنچنے میں نکاح سے نکلا زنا سے نہیں۔ لہذا میں نفس کے اعتبار سے تم سب سے بہتر ہوں اور باپ کے لحاظ سے تم سب سے بہتر ہوں۔

نویں حدیث قاضی عیاض مالکی نے امیرالمومنین علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت شریفہ لَقَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مِنْ اَنْفُسِکُمْ "ف" زبر کے ساتھ تلاوت فرمائی اور فرمایا کہ نسب صہر اور حسب کے لحاظ سے میں تم لوگوں سے نفیس تر ہوں۔ آدم سے لے کر میرے آباء میں کوئی زنا نہیں سب کے سب نکاح سے ہیں۔

دسواں استدلال امام رازی اور امام ماوردی کا اس آیت کریمہ اَلَّذِیْ یراک حین تقوم وتقلبک فی السّاجدین سے ہے جہاں وہ دونوں فرماتے ہیں کہ "تقلبک" کا معنی یہ ہے کہ آپ کا نور وجود ایک ساجد سے دوسرے ساجد کی طرف منتقل ہوتا رہا اور اس کی دلیل سرکار دوعالم کا یہ فرمان ہے کہ میں طاہرین کی پشتوں سے طاہرات کے ارحام تک منتقل ہوتا رہا۔

گیارہویں حدیث ابن ابی عمر عدنی نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ سرور کائنات نے فرمایا کہ جب اللہ نے آدم کو پیدا کیا تو ان کی پشت میں مجھے زمین پر اتارا اور سفینے میں مجھے نوح علیہ السلام کی پشت میں رکھ دیا اور پشت ابراہیم میں مجھے آگ

میں پھینکا پھر مجھے شریف پشتوں سے پاکیزہ ارحام تک منتقل کرتا رہا یہاں تک کہ مجھے میرے والدین کے درمیان سے اس حال میں نکالا کہ وہ دونوں زنا پر کبھی نہیں ملے تھے۔

بارہویں روایت ابن حجر مکی کی شرح قصیدۂ ہمزیہ میں وارد ہے کہ اُم البشر حوا، ہر حمل میں دو بچے جنتی تھیں مگر شیث علیہ السلام اکیلے پیدا ہوے اور یہ کرامت اس لیے تھی کہ ان کی پشت میں نبیٔ آخر الزماں کا نور پوشیدہ تھا اور جب ان کی وفات کا وقت آیا تو انھوں نے اپنے فرزند کو وصیت کی کہ اس نور مکرم کو پاکیزہ رحم ہی میں رکھو اور یہ وصیت صدی درصدی ان کی اولاد میں جاری رہی حتیٰ کہ وہ نور عبد المطلب کی پیشانی پر جلوہ گر ہوگیا۔ بعد ازاں وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد حضرت عبد اللہ کی طرف منتقل ہوگیا۔ چنانچہ اللہ پاک نے اس طرح اس نسب شریف کو جاہلیت کی زناکاری سے محفوظ رکھا چنانچہ سنن بیہقی میں وارد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے جاہلیت کے زنا سے کسی چیز نے نہیں پیدا کیا مجھے اسلام ہی کے نکاح نے پیدا کیا اور ابن سعد اور ابن عساکر نے محمد بن سائب سے اور محمد بن سائب نے کلبی سے روایت کی ہے کہ میں نے سابقین کی کتابوں کی ورق گردانی کی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پانچ سو امہات کو بطن قبل بطن شمار کیا اور سب کو پاکیزہ مائیں ہی پایا جو جاہلیت کے زنا سے مبرا تھیں۔ ان احادیث صحیحہ سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام آباء اہل جنت ہیں اور ان میں کوئی بھی مشرک نہیں ہے۔

ابنِ حجر کے قول کا لفظی ترجمہ ختم ہوا۔

دوسرا تفصیلی مسلک ہے اور وہ یہ ہے کہ آدم علیہ السلام سے کنانہ تک جو عمرو بن لُحَیَّ خزاعی کے ہم عصر ہیں تمام اہلِ توحید ہیں۔ آدم سے لے کر نوح بن لمک بن متوشلخ بن اخنوخ۔ یعنے ادریس بن عرم بن بیارد بن مہلائل بن قیان بن انوش بن شیث بن آدم علیہ السلام تک سب کے سب شریعت حق پر تھے اور جہاں تک بت پرستی کا سوال ہے تو وہ نوح علیہ السلام ہی کے زمانے میں پھیل گئی تھی چنانچہ مسند بزار مستدرک حاکم اور تفسیر ابن جریر اور ابن منذر میں آیت کریمہ كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً کے بیان میں ابن عباس سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ آدم اور نوح کے درمیان دس قرون تھے اور سب کے سب شریعتِ حق پر تھے۔ جب وہ اختلاف کا شکار ہو گئے تو اللہ پاک نے انبیاء کو مبعوث فرمایا اور ابن حاتم قتادہ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا کہ آدم اور نوح کے درمیان دس قرون تھے اور سب کے سب ایسے علماء تھے جن سے ہدایت حاصل کی جاتی تھی اور وہ شریعت حق پر تھے۔ بعد ازاں وہ اختلاف کا شکار ہو گئے تو اللہ پاک نے نوح علیہ السلام کو بھیجا۔ یہ وہ پہلے رسول ہیں جنھیں اللہ نے باشندگان زمین پر مبعوث فرمایا۔ طبقات ابن سعد میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ نوح اور آدم کے درمیان جو آباء تھے وہ سب اسلام پر تھے اور اسی طرح نوح کے زمانے سے ابراہیم علیہ السلام بن تارخ بن ناخور بن شارد خ بن اُرغو بن فالغ بن عابر بن شالخ بن قینان بن ارفخشد بن سام بن نوح علیہ السلام تک کوئی مشرک

نہ تھا۔ چنانچہ ابن سعد طبقات میں ثقات سے نقل فرماتے ہیں کہ لوگ نوح کے زمانے سے بابل ہی میں بود و باش اختیار کیے ہوئے تھے اور وہ لوگ اسلام پر تھے یہاں تک کہ نمرود بن کوش بن کنعان ان کا بادشاہ ہوا اور اس نے انھیں بت پرستی کی دعوت دی اور امام سیوطیؒ "الدرج المنیفہ" میں فرماتے ہیں کہ سام بن نوح اپنے والد کے ساتھ سفینے میں نجات پاگئے اور ان کا ایمان نصِ قرآن سے ثابت ہے بلکہ بعض تو ان کی نبوت کے بھی قائل ہیں اور شیخ عبد الحکم نے تاریخ مصر میں تارخ تک ہر ایک کے اسلام کو ابن عباس کے مروی آثار سے ثابت کیا ہے اور فرمایا ہے کہ ارفخشد نے اپنے دادا کا زمانہ پایا اور انھوں نے اپنی ذریت کے حق میں نبوت و سلطنت کی دعا فرمائی۔ ختم شد۔

اور جہاں تک آذر کا سوال ہے وہ ابراہیم علیہ السلام کے باپ نہیں تھے چنانچہ ابن منذر اور امام فخر الدین رازی نے اپنی تفاسیر میں ابن عباس، ابن جریج اور مجاھد سے نقل کرتے ہوئے اس کی تشریح فرمائی ہے اور قرآن مجید میں باپ کا جو لفظ وارد ہوا ہے وہ چچا کا مجاز ہے اور یہ استعمال عرب میں رائج ہے چنانچہ قرآن پاک میں اولادِ یعقوب سے حکایتہً مروی ہے کہ قالوا نعبد اِلٰھك وَ اِلٰه آبائك اِبراھیم واسمٰعیل اس بات میں کوئی شک نہیں کہ اسمٰعیل علیہ السلام حضرت یعقوب علیہ السلام کے چچا تھے اور ان کے باپ حضرت اسحاق ہیں اور حضرت ابراہیم سے کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان بن اُد بن اود بن

یسع بن ہمیسع بن سلامان بن حمل بن قیدار بن اسمٰعیل بن ابراہیم تک سب کے سب دینِ براہیم پر تھے اور جب عمرو بن لُحَیّ خزاعی مکہ پر مسلط ہوگیا اور خانۂ خدا کی ولایت کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اجداد سے چھین لیا تو اس وقت عرب میں بت پرستی کو فروغ حاصل ہوا اور اس وقت سے زمانۂ بعثت تک پانچ سو ساٹھ سال کا عرصہ ہوا جس میں بعض دین ابراہیمی پر تھے۔ چنانچہ ابن جریر۔ بخاری۔ مسلم و امام احمد ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے عمرو بن لُحَیّ بن قمعہ کو جہنم میں اپنی آنتیں گھسیٹتے ہوئے دیکھا۔ وہی وہ پہلا شخص ہے جس نے دین ابراہیم کو بدل ڈالا' اور حافظ عماد الدین ابنِ کثیر فرماتے ہیں کہ عرب دینِ ابراہیم پر تھے یہاں تک کہ عمرو بن لُحَیّ خزاعی والی ہوا اور سرکار دوعالم کے اجداد سے کعبہ کی ولایت چھین لی تب عمرو مذکور نے بت پرستی اختیار کرلی اور عربوں کے لیے گمراہیاں رواج دیں یہاں تک کہ انہوں نے فرمایا کہ اس کے باوجود ان کے اندر دین ابراہیمی کی بہت سی چیزیں باقی تھیں۔

اور ابن حبیب سے بھی روایت ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ عدنان۔ مُعَدّ۔ ربیعہ۔ مضر اور خزیمہ ملّتِ ابراہیمی پر تھے لہذا تم ان کا ذکر خیر کیا کرو' اور ابنِ سعد عبد اللہ بن خالد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم مضر کو گالی نہ دو کیونکہ وہ مسلمان تھے۔ اور امام سہیلی سے 'الروض الانف' میں مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم الیاس کو گالی نہ

نہ دو کیونکہ وہ مومن تھے۔ اور انھوں نے یہ ذکر کیا کہ وہ اپنی پشت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صدائے لبیک کو سنتے تھے، اور کنانہ سے مرّہ بن کعب بن لُوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ تک کا اسلام منصوص ہے چنانچہ ابن سعد سے روایت ہے کہ کعب بن لُوی نے ایک دن اپنی اولاد کو جمع کیا اور یہ خطبہ دیا کہ میرے آبا، دینِ ابراھیمی پر تھے اور تم لوگ بھی اس دینِ مستقیم پر جمے رہو۔ انھوں نے نبی آخرالزماں کی بعثت کا بھی ذکر کیا اور ان کی اتباع کی وصیت فرمائی اور اس حسرت کا اظہار کیا کہ کاش اس زمانے میں میں ہوتا جبکہ لوگ آپ کی تکذیب کرتے تو میں آپ کی حمایت کرتا۔ امام سیوطی کا کہنا ہے کہ اس تقریر سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ ابراھیم علیہ السّلام سے لے کر کعب بن لُوی اور ان کے لڑکے مرّہ بن کعب تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اجداد کا ایمان منصوص ہے اور ان کے بارے میں دو آدمی بھی مختلف نہیں۔ اب کلاب۔ قصی۔ عبد مناف۔ ہاشم۔ عبدالمطلب اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد حضرت عبداللہ کے بارے میں جو بات باقی رہ جاتی ہے اس بارے میں اجمالی دلائل کے علاوہ اور ان دلائل کے علاوہ جو اہلِ فترہ کے بارے میں وارد ہیں کوئی صریح نص نہیں، اور فترہ دو نبیوں کی درمیانی مدت کو کہتے ہیں جب کہ سابق نبی کی شریعت کے آثار و احکام ماند پڑ چکے ہوں۔ لہٰذا جو لوگ زمانہ فترہ میں تھے وہ جمہور شافعیہ اور اکثر احناف کے پاس اہلِ نجات میں سے ہیں اور ان سے کسی پر بھی جہنم کا حکم ناروا ہے اور یہ

مقدمہ حسن وقبح کی شرعیت اور عقلیت پر موقوف ہے اس معنیٰ میں کہ ان پر ثواب وعقاب مرتب ہوتا ہے۔

معلوم ہونا چاہیئے کہ جمہور شافعیہ کے پاس حسن وقبح شرعی ہے اور کسی بھی حکم کو اچھا یا بُرا قرار دینے میں عقل کوئی مداخلت نہیں کر سکتی۔ حنفیہ اور معتزلہ کے پاس حسن وقبح عقلی ہے۔ اکثر حنفیہ کے پاس اس کی عقلیت بعثت کے زمانے کو پانے سے پہلے یا عقل کی کمی اور مسلک کی پوشیدگی کے باعث دعوت کے نہ پہنچنے کے پہلے کسی حکم کی مستلزم نہیں۔ چنانچہ آیتِ کریمہ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّىٰ نَبْعَثَ رَسُولًا اس پہلو کو اجاگر کرتی ہے اور اس کے لیے حسن وقبح کی عقلیت کا اعتبار یہ ہے کہ شریعت کے آنے کے بعد ثواب وعقاب کے استحقاق کا سبب پیدا ہو گیا چونکہ حکیم کے کام میں بلا کسی دلیل کے ترجیح لازم نہیں آتی اور معتزلہ کے پاس عقل بذاتِ خود ثواب و عقاب کی ایک مستقل علت ہے۔ لہٰذا شافعیہ اور اکثر احناف جیسے طحاوی اور ابوالحسن کرخی وفقیہ ابو اللیث وکمال الدین ابن ہمام صاحب "فتح القدیر" اور بخاری کے مشائخ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جو لوگ بعثت کے زمانے کو نہ پا سکے تو ان سے اسلام کو چھوڑنے اور کفر کو اختیار کرنے کی پرسش نہیں ہوگی۔ اس کے برخلاف معتزلہ کے پاس رسولوں کو بھیجے جانے کے پیشتر اور دعوت کے رسائی کے بغیر صرف عقل کے باعث پرسش ہوگی۔ عقل کو وہ لوگ باطنی رسول کہتے ہیں۔ اور صحیح احادیث سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ امتحان کے بعد اہل فترہ سے عذاب اٹھایا جائے گا۔ کیونکہ وہ

لوگ عذر کریں گے کہ اے پروردگار عالم! ہمارے پاس کوئی رسول نہیں آیا جو ہم اس کی اطاعت کرتے اور اس کے نواہی سے احتراز کرتے۔ اس پر اللہ تعالیٰ حکم دیں گے کہ انھیں جہنم میں داخل کردو۔ لہٰذا جو شخص ٹال مٹول کرے گا، اس کے بارے میں اللہ پاک فرمائے گا کہ میرے ہوتے ہوئے تو نے میری اطاعت نہیں کی تو میرے غیاب میں رسول کی کیا اتباع کرسکتا تھا۔ پس جا تیرے لیے دائمی عذاب ہے اور جو شخص اس کے حکم سے جہنم میں بے چوں وچرا داخل ہوجائے گا تو اس پر جہنم کی آگ سرد ہوجائے گی اور عذاب اٹھالیا جائے گا۔ چنانچہ امام احمد۔ اسحٰق بن راہویہ اور بیہقی ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جہاں تک اس شخص کا سوال ہے جو فترہ میں مرگیا تو وہ کہے گا کہ پروردگار! تیری طرف سے میری طرف کوئی رسول نہیں آیا۔ تب اللہ تعالیٰ ان سے عہد وپیمان لے گا کہ وہ اس کی اطاعت کریں گے۔ اب اللہ پاک ان کے پاس یہ پیغام بھیجے گا کہ وہ جہنم میں داخل ہوجائیں۔ چنانچہ جو اس میں داخل ہوجائیں گے تو جہنم ان کے لیے خنکی اور سلامتی بن جائے گی اور جو اس میں نہ داخل ہوگا تو اُسے اس کی طرف گھسیٹ کرلے جایا جائے گا، اور بزار نے ابوسعید سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فترہ میں ہلاک ہونے والے کو اور پاگل کو اور مولود کو لایا جائے گا تو فترہ میں ہلاک ہونے والا کہے گا کہ پروردگار! تو نے مجھے عقل ہی نہیں دی جس سے میں خیر وشر سمجھ سکوں اور مولود کہے گا کہ مجھے تو عمل کا موقع ہی نہیں ملا۔ اب ان کے سامنے آگ بلند ہوگی اور ان سے کہا جائیگا

کہ اس میں داخل ہو جاؤ چنانچہ اس میں وہ شخص داخل ہو جائے گا جو اللہ کے علم میں نیک بخت ہے اگر وہ عمل کو پاتا، اور وہ شخص رک جائے گا جو اللہ کے علم میں بد بخت ہے اگر وہ عمل کو پاتا، تب اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ میری ہی نافرمانی کرتے ہو تو بھلا میرے رسولوں پر کیسے ایمان لاتے؟ اور عبد الرزاق - ابنِ جریر - ابن حاتم اور ابنِ منذر کی تفاسیر میں صحیح سند سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب روزِ قیامت آئے گا تو اللہ تعالیٰ اہلِ فترہ کو اور دیوانوں کو اور بہرے اور گونگے کو اور ان بوڑھوں کو جو اسلام نہ پا سکے جمع کرے گا پھر ان کے پاس قاصد روانہ کرے گا کہ داخلِ جہنم ہو جاؤ۔ وہ لوگ کہیں گے کہ ہم کیسے داخل ہوں جبکہ ہمارے پاس رسول ہی نہیں آیا۔ آپ نے فرمایا قسم اللہ پاک کی اگر وہ لوگ اس میں داخل ہو جاتے تو وہ جہنم ان کے لیے ٹھنڈی اور سلامتی بن جاتی - پھر اللہ پاک ان کے پاس یہ پیغام بھیجے گا کہ اطاعت کرو - لہٰذا وہ شخص اطاعت کرے گا جس کی اطاعت اللہ کے علم میں ہے - ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر آپ لوگ چاہیں تو یہ آیت کریمہ پڑھ لیں وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا اور اس جگہ امام الحفاظ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان آباء کے بارے میں جو بعثت سے قبل انتقال کر چکے ہیں یہی گمان ہے کہ وہ لوگ بوقت امتحان اطاعت کریں گے تاکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو قرارِ نظر حاصل ہو اور ابن جریر نے تفسیر آیت کریمہ وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا یہ ہے

کہ آپ کے اہلبیت میں سے کوئی فرد آگ میں نہ داخل ہو اور شیخ ابو سعید سے " شرف النبوہ " میں عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اپنے پروردگار سے سوال کیا کہ وہ میرے گھر والوں میں سے کسی کو جہنم میں نہ داخل کرے تو اللہ پاک نے میرا سوال پورا کر دیا۔ معلوم ہونا چاہیئے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین عام دلائل کے ذریعہ اہل فترہ ہونے کے لحاظ سے ناجی ہیں اور ان کے بارے میں شفاعت کی بشارت بھی وارد ہے چنانچہ حاکم نے اپنے مسند میں عبداللہ بن مسعود سے روایت کی ہے اور اس کی صحت پر یقین کا اظہار کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کے والدین کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ میں پروردگار سے جو بھی مانگوں گا ان کے بارے میں وہ مجھے دے دے گا جبکہ میں اس دن مقامِ محمود پر کھڑا ہوں گا۔ یہی نہیں بلکہ حافظ ابو نعیم دلائل النبوۃ میں اُم سماعہ سے روایت کرتے ہیں اور وہ اپنے باپ ابورہم سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا کہ میری ماں آمنہ کی وفات کے وقت وہ حاضر تھیں اور اس وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف صرف پانچ سال تھی اور آپ اپنی ماں کے سرہانے بیٹھے ہوئے تھے اور اس وقت آمنہ نے اس مضمون کے چند اشعار پڑھے کہ خدا اس نیک بچے میں مجھے برکت عطا فرمائے میں نے جو خواب دیکھا ہے اگر وہ سب سچ ہے تو اللہ تعالیٰ انھیں تمام مخلوق کے لیے مبعوث فرمائے گا اور وہ دینِ ابراہیمی کو زندہ کریں گے اور بت پرستی میں قوم کی ہمنوائی نہیں کریں گے۔ یہ اشعار پڑھنے کے بعد انھوں نے فرمایا کہ ہر زندہ کو مرنا ہے اور ہر نئے کو پرانا ہونا ہے میں مر جاؤں گی اور

میرا ذکر قیامت تک باقی رہے گا اور میں نے جو چھوڑا ہے خیر کو چھوڑا ہے اس کے بعد ان کا انتقال ہوگیا۔ اور یہ بات واضح ہے کہ یہ تمام کلمات صراحتہً توحید پرستانہ ہیں۔ چنانچہ علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ کا یہ قول اس بات کی صریح دلیل ہے کہ وہ توحید پرست تھیں کیونکہ انھوں نے دین ابراہیمی کا ذکر کیا اور اس بات کا بھی ذکر کیا کہ ان کا فرزند دلبند اللہ کے پاس سے اسلام کو لے کر مبعوث ہوگا اور انھوں نے اسے بت پرستی سے روکا اور قوموں کے ساتھ عدم ہمنوائی کی بات کی اور اتنی چیز کفر سے برات کے لیے اور بعثت سے قبل جاہلیت میں توحید کے ثبوت کے لیے کافی ہے اور زیادہ مقدار کی شرط بعثت کے بعد لگائی جاتی ہے (عبارت ختم ہوی اور ضرورت نہ ہونے کے باعث کچھ حصے حذف بھی کردیئے گئے)

لیکن اپنے والدین کو امتِ مرحومہ میں داخل کرانے کے لیے اور درجات مخصوصہ بلند کرنے کے لیے اور امتحان کی کش مکش سے نجات دلانے کے لیے اور جملہ شریعت پر ایمان سے سرفراز فرمانے کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے زمانے میں دونوں کو زندہ فرمایا۔ چنانچہ بڑے بڑے محدثین نے اس حدیث کو متعدد طریقوں سے روایت کیا ہے اور اس کے خلاف وارد شدہ احادیث کو اس کے مقابلہ میں منسوخ گردانا ہے۔

پہلی حدیث وہ ہے جسے خطیب بغدادی نے اور ابن عساکر نے امام مالک

کی سند سے عروہ سے روایت کی ہے وہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے ساتھ حجۃ الوداع کا حج فرمایا۔ آپ حجوں کی گھاٹی پر میرے پاس سے آبدیدہ، اداس اور افسردہ حالت میں گزرے۔ آپ کو روتے ہوئے دیکھ کر میں بھی رو پڑی۔ پھر آپ بامراد ہوئے اور اتر پڑے تو فرمایا اے حمیرہ پکڑ لو، میں اونٹ کے پہلو سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔ آپ میرے پاس سے بہت دیر تک غائب رہے۔ پھر جب آپ میرے پاس واپس آئے تو نہایت مسرور اور خندہ رو تھے۔ میں نے آپ سے پوچھا آپ پر میرے ماں باپ قربان! اے رسول خدا آپ میرے پاس سے نیچے گئے تو آبدیدہ اور افسردہ حالت میں تھے چنانچہ آپ کو روتا دیکھ کر میں بھی رو پڑی اور پھر جب آپ میرے پاس واپس آئے تو انتہائی مسرور اور خندہ رو تھے۔ ایسا کس وجہ سے ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ میں اپنی والدہ کی قبر کے پاس گیا اور اللہ پاک سے یہ دعا کی کہ وہ انھیں زندہ کر دے۔ چنانچہ اللہ نے اُن کو کو زندہ کیا اور وہ مجھ پر ایمان لائیں اور پھر اللہ نے انھیں واپس لوٹا دیا۔

دوسری حدیث وہ ہے جسے بروایت معنعن ابن شاہین اور محب الدین طبری نے زہری کی سند سے عروہ سے روایت کی ہے وہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حجوں کے پاس انتہائی افسردہ اور اداس حالت میں اترے پھر آپ نے اس وقت تک

وہاں قیام فرمایا جب تک کہ اللہ نے چاہا پھر آپ خوش وخرم واپس ہوئے اور فرمایا کہ میں نے اپنے رب سے دعا کی تو اس نے میری والدہ کو زندہ کردیا وہ مجھ پر ایمان لائیں اور پھر اللہ نے انھیں لوٹا دیا۔

تیسری حدیث حافظ فتح الدین ابن سید الناس نے "یسرہ" میں روایت کی ہے جہاں انھوں نے یہ کہا کہ بعض صحابہ سے مروی ہے کہ عبداللہ بن عبدالمطلب اور آمنہ بنت وھب (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین) اسلام لائے کیونکہ اللہ پاک نے آپ کے لیے انھیں زندہ کیا اور وہ ایمان لائے۔

چوتھی حدیث امام سہیلی نے الروض الانف میں حضرت عائشہؓ سے روایت کی کہ انھوں نے کہا کہ مجھے بتایا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پروردگار سے سوال کیا کہ وہ آپ کے والدین کو زندہ کرے تو اللہ نے آپ کے لیے دونوں کو زندہ فرمایا اور وہ آپ پر ایمان لائے اور پھر اللہ نے انھیں موت دی۔ امام سیوطی فرماتے ہیں کہ بعض حضرات نے اس حدیث کی تائید اس قاعدے کی روسے کی ہے جس پر امت کا اتفاق ہے۔ اور وہ قاعدہ یہ ہے کہ ہر وہ معجزہ یا خصوصیت جو دیگر انبیاء کو عطا ہوئی ہے اس جیسا معجزہ یا خصوصیت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا ہوئی ہے اور اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کے لیے مردوں کو ان کی قبروں سے زندہ کیا۔ لہذا ضروری ہے کہ اس طرح کا معجزہ آپ کے لیے بھی ہو اور اس طرح کا معجزہ اس قصے کے علاوہ

اور کہیں نہیں روایت کیا گیا ہے۔ لہٰذا اس کا ثبوت بعید از قیاس نہیں۔

اور شیخ ابن حجر مکی اس آیت کریمہ "وَتَقَلُّبَكَ فِی السّٰجِدِیْنَ" سے استدلال کے بعد فرماتے ہیں کہ یہ اس بات کی صریح دلیل ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین آمنہ اور عبداللہ اہل جنت میں سے ہیں کیونکہ وہ دونوں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پسندیدہ بزرگوں میں آپ سے قریب ترین، اور یہی پسندیدہ مذہب ہے۔ بلکہ ایک حدیث میں ہے جسے کئی حفاظ حدیث نے صحیح قرار دیا ہے اور ان لوگوں پر کوئی توجہ نہیں دی جو اس حدیث میں طعن کرتے ہیں کہ اللہ پاک نے آپ کے لیے ان دونوں کو زندہ فرمایا اور وہ آپ پر ایمان لائے تاکہ یہ چیز ان دونوں کی خصوصیت اور آپ کی کرامت بن جائے۔

اور وہ حدیث جو حضرت عبدالمطلب کے احیا کے بارے میں منقول ہے وہ موضوع ہے لہٰذا اس کا ذکر نہیں کیا جاتا۔ البتہ چند اعتراضات جن کا جواب مجملاً لکھا گیا ہے، ان کے جوابات دیئے جارہے ہیں تاکہ طالب حق کے پاؤں میں لغزش نہ ہونے پائے۔

پہلا اعتراض یہ ہے کہ عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ بنی ملیکہ میں سے دو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں آئے اور عرض کیا کہ اے رسول خدا، ہماری ماں مہمان نواز تھی اور جاہلیت کے زمانے میں انتقال کر گئی اس کا کیا حال ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تمہاری ماں جہنم میں ہے۔ یہ سن کر

دونوں اداس ہو کر اٹھ گئے۔ آپؐ نے دونوں کو طلب فرمایا اور کہا کہ میری ماں تم دونوں کی ماں کے ساتھ ہے۔

دوسری حدیث رزین عقیلی نے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے عرض کیا کہ اے رسول اللہ صلعم! میری ماں کہاں ہے؟ آپؐ نے فرمایا جہنّم میں۔ پس میں نے کہا کہ آپ کے اقربا کا کیا حال ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا کیا تو اس بات سے راضی نہیں میری ماں کے ساتھ ہو۔

تیسری حدیث سعد بن ابی وقاص کی ہے کہ فرمایا کہ ایک شخص آپ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ میرے ماں باپ کہاں ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ جہنّم میں، تو اس نے سوال کیا کہ آپ کے باپ کا حال کیسا ہے؟ آپ نے جواب دیا تو جہاں بھی کافر کی قبر سے گزرے تو اسے جہنم کی بشارت دے۔

چوتھی حدیث یہ ہے کہ کاش مجھے پتہ چلتا کہ میرے والدین کیا ہوئے؟ اور بیضاوی کے مطابق لَا تسئَلُ عَنْ اصحاب الجَحِیمِ کا نزول انھیں لوگوں کے حق میں ہوا۔

پانچویں حدیث مسلم کی ہے کہ ایک شخص نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ میرے باپ کا حال کیسا ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ جہنّم میں ہیں۔ جب وہ اٹھ کر چلا گیا تو اسے آپؐ نے واپس طلب کیا اور کہا کہ میرے اور تمہارے باپ جہنّم میں ہیں۔

چھٹی حدیث عبد اللہ بن عمرؓ کی ہے کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دیکھ کر فرمایا تو کہاں گئی تھی، انھوں نے کہا تعزیت کے لیے ایک گھر گئی تھی۔ آپؐ نے فرمایا کہ ان لوگوں کے ساتھ جزع و فزع میں شریک ہوئی؟ تو وہ بولیں معاذاللہ! میں نے ہرگز ایسا نہیں کیا۔ بلکہ میں گئی اور میت پر رحم کا اظہار کیا اور مصیبت زدگان کو صبر کی تلقین کی۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تو ان کے ساتھ سینہ کوبی میں شریک ہوتی تو اس وقت تک جنت نہیں دیکھ پاتی حتیٰ کہ تیرے باپ کے دادا یعنی عبد المطلب دیکھ لیں۔

ان چھ اعتراضات کا جواب یہ ہے کہ یہ احادیث محدثین کے پاس صحیح نہیں ہیں اور اس کے اکثر راوی مجہول ہیں۔ اور "لا تسئل" کی وہ شانِ نزول جسے بیضاوی نے بیان کیا ہے دیگر مفسرین نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا ہے چنانچہ خطیب المفسرین ابو سعود آفندی حنفی اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اس آیت کو اس بات پر محمول کرنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے والدین کی حالت کے بارے میں سوال کرنے سے روکا گیا۔ ایسی بات ہے جس کی ہمنوائی قرآنی اسلوب سے نہیں ہوتی۔ امام رازی بھی تفسیر کبیر میں اس بات کے قائل نہیں ہیں اور اگر یہ احادیث صحیح ہوں تو بھی یہ اصحاب فترہ کی حالت کے علم سے پہلے کی بات تھی۔ یہ احادیث اور آیت کریمہ وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا اور ان احادیث سے منسوخ ہیں جو جنت کی بشارت دیتی ہیں، امام سیوطی فرماتے ہیں کہ وہ احادیث جو اس بارے میں

وارد ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین جہنم میں ہیں، سب کی سب اس وحی سے منسوخ ہیں جو اس بارے میں ہے کہ اہلِ فترہ کو عذاب نہیں دیا جائیگا انھوں نے ایک دوسرے مقام پر فرمایا کہ احادیث ان احادیث سے بھی منسوخ ہیں جس میں یہ بات ہے کہ وہ لوگ جنت میں ہیں اور اس کی نظیر یہ ہے کہ مشرکوں کے بچوں کے عذاب کی منسوخی بھی واقع ہوی ہے۔ چنانچہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت فرماتی ہیں کہ جب پہلی بار رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ مشرکوں کے بچوں کا کیا حال ہے تو آپؐ نے فرمایا کہ وہ اپنے آباء کے ساتھ جہنم میں ہیں۔ پھر آپؐ سے اس آیت کریمہ "لا تزر وازرۃ وزر اخری" کے نزول کے بعد سوال کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا کہ وہ جنت میں ہیں اور مزید برآں ان اعتراضات کے دیگر جوابات بھی امام سیوطیؒ وغیرہ کے رسائل میں مذکور ہیں لیکن اندیشۂ طوالت کی بنا پر ہم اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔

ساتویں حدیث ابن مسعود کی ہے کہ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایک قبرستان میں ہوا اور آپؐ ایک قبر پر کھڑے ہو گئے اور رونے لگے واپسی پر حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ رونے کا سبب کیا تھا تو آپؐ نے فرمایا جس قبر پر تم نے نے مجھے سرگوشی کرتے دیکھا تھا وہ آمنہ بنتِ وہب کی قبر تھی اور میں نے اپنے رب سے اس کی زیارت کے بارے میں اجازت مانگی تو اجازت مل گئی۔ پھر میں نے استغفار کے سلسلے میں اجازت مانگی تو نہیں ملی اور یہ آیت اتری

کہ "نبی کے لیے اور ان لوگوں کے لیے جو اس کے ساتھ ایمان لائے ہیں یہ درست نہیں کہ وہ مشرکوں کے لیے استغفار کریں" لہٰذا مجھ پر وہ رقت طاری ہوگئی جو ایک بچے کو اپنی ماں کے لیئے ہوتی ہے اور اسی چیز نے مجھے آبدیدہ کردیا۔ اس آیت کی شانِ نزول کے سلسلے میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، اور عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ، سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ امام المحدثین امام بخاری نے اپنی جامع صحیح میں جو کلامِ الٰہی کے بعد صحیح ترین کتاب مانی جاتی ہے، بروایت مسلسل اس بات کو ثابت کیا ہے کہ جب رسول اللہ صلعم نے ابوطالبؒ پر ایمان پیش کیا اور انھوں نے اس سے انکار کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ میں آپ کے لیئے استغفار کروں گا یہاں تک کہ نہی وارد ہوی اور یہ آیت اتری اور تفسیر مدارک میں بھی ایسا ہی مذکور ہے اور نیز یہ حدیث آحاد نص قطعی کی معارض نہیں ہوسکتی، اور نص قطعی سے یہ بات ثابت ہے کہ اہلِ فترہ کو عذاب نہیں دیا جائے گا جیساکہ سیوطیؒ نے اس کی صراحت کی ہے اور ان کے حق میں محض استغفار سے منع کرنا اس بات کا ثبوت نہیں کہ وہ کافر ہیں۔ چنانچہ اوائل اسلام میں قرضدار مومن کے بارے میں استغفار کرنے سے اور اس شخص کے استغفار کرنے کے سلسلے میں جس پر بندوں کا حق ہے، آپ کو منع کیا گیا تھا۔ لہٰذا جائز ہے کہ وہ بھی اس وجہ سے برزخ میں ہوں اور جنت میں نہ

نہ ہول۔ جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ مومن کی جان اس کے قرض کے ساتھ معلق رہتی ہے یہاں تک کہ اسے ادا کر دیا جائے۔ اور اس کے علاوہ استغفار سے روکنے کی مصلحت یہ بھی ہے کہ اللہ انہیں وقت مقررہ پر زندہ کرنا تھا۔ لہذا وقتیہ طور پر استغفار سے روک دیا گیا۔ امام سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ یہی چیز ٹھیک ہے جیسا کہ حاکم نے بریدہ سے اس حدیث کو صحیح بتلایا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی والدہ ماجدہ کی قبر کی زیارت ایک ہزار ہتھیار بند لوگوں کے ساتھ کی اور آپ اس دن خوب روئے اور اس میں کوئی خلاف نہیں ہے۔ کیونکہ رونا کبھی صرف رقت کی وجہ سے آجاتا ہے جو عام طور سے مردوں کی زیارت کے وقت پیدا ہوتی ہے نہ یہ کہ رونے کا سبب عذاب وغیرہ ہے۔

آٹھواں اعتراض یہ ہے کہ احیاء نافع نہیں ہے جبکہ سکرات کی حالت کا ایمان لانا مقبول نہیں ہے تو ایسی صورت میں دوزخ کے معائنہ کے بعد اور برزخ کے عذاب کے مشاہدہ کے بعد بھلا ایمان کیا نفع دے سکتا ہے۔ چنانچہ اکثر قرآنی آیات اس بات کا واضح اور ناقابل تاویل ثبوت فراہم کرتی ہیں، اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ ایمان کی قبولیت اور رفع درجات کے لیے یہ بات جائز ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کو انتقال کے بعد امت مرحومہ میں داخلہ کی سرفرازی کے لیے یہ چیز خاص ہے۔ چنانچہ عذاب آنے کے بعد بھی قوم یونس علیہ السلام کی توبہ قبول ہوی تھی اور امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کے حق میں عصر کی نماز

سورج کو واپس لا کے اور تجد د وقت کے بعد ادا کروائی گئی ورنہ دیگر اوقات میں ۔ نوجہہ امکان قضا اعادہ مفید نہیں کیونکہ اصول فقہ میں ہے کہ تجد د وقت سے قضا لازم آتی ہے ۔ جیسا کہ طحاوی نے اسے ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے ۔

نواں اعتراض یہ ہے کہ عرب کے حق میں فترہ ثابت نہیں ہے کیونکہ اس وقت شریعت ابراہیمؑ واسمٰعیلؑ موجود تھی ۔ اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ رسول خدا صلعم کو پہلے عربوں کی ہدایت اور انھیں ڈرانے کا حکم دیا گیا تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے "وانذر عشیرتک الاقربین" اور ان لوگوں کا اہل فترہ میں ہونا اور اس زمانہ میں آنحضرت صلعم کا مبعوث ہونا آیت قرآنی سے ثابت ہے جیسا کہ فرمان خداوندی ہے "قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلٰى فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ" اور حق تعالیٰ نے فرمایا "لتنذر قومًا مَّآ اَتٰهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ" بیضاوی کا کہنا ہے کہ وہ لوگ اہل فترہ تھے اور اس کے بعد آپ کو جن وانس کی دعوت کا حکم دیا گیا ۔ ورنہ فترہ کیسے ثابت ہو کیونکہ نوح علیہ السلام تک شریعت آدم تھی اور ابراھیم علیہ السلام تک شریعت نوح علیہ السلام تھی اور آنحضرت صلعم کی بعثت کے زمانے تک شریعت ابراہیمی تھی ۔ ابن حجر مکی فرماتے ہیں کہ یہ بات بعید تر ہے کیونکہ اس بات پر اتفاق ہے کہ ابراھیمؑ اور ان کے بعد انبیاء عرب کے لیے نہیں مبعوث ہوئے تھے اور اسمٰعیل علیہ السلام کی رسالت ان کی موت کے ساتھ ہی ختم ہو گئی ۔ کیونکہ موت

کے بعد عمومی بعثت ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی اور کے لیے ثابت نہیں ہے۔

دسواں اعتراض یہ ہے کہ ہمارے امام ابوحنیفہؒ نے فقہ اکبر میں فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین حالت کفر میں وفات پائے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر امام ممدوح سے یہ عبارت واقعی صادر ہوئی بھی ہو تو اہل فترہ کے حق میں کفر پر مرنا دخول جہنم کو مستلزم نہیں ہے جو مطلوب کو کوئی نقصان پہنچے کیونکہ وہ لوگ نص قطعی سے جاہلیت کے انتشار کے باعث کفر کو اختیار کرنے میں معذور ہیں، جیسا کہ سابق میں گزرا، اور اسی طرح آپ کے بعض آبا میں عبد مناف کا نام ہونا نقصان دہ نہیں۔

اور بعض حنفیہ کا کہنا ہے کہ بعض محرفین نے امام کی عبارت سے مانافیہ کو گرا دیا ہے اور مناف 'اناف' سے مطہر کے معنی میں ہے اور وہ جاہلیت کے زمانے میں اللہ کے ناموں میں سے تھا گو وہ ایک بت کا بھی نام تھا۔ اس تاویل کی کوئی ضرورت نہیں اگر کوئی یہ کہتا ہے کہ یہ توجیہ امام ابوحنیفہ کے مذہب پر درست نہیں بنتی کیونکہ مسلم الثبوت میں امام سے روایت ہے کہ کسی کو اس بات میں معذور نہیں سمجھا جائے گا کہ اسے اپنے خالق کا علم نہیں ہوا۔ کیونکہ اس کے سامنے بہت سے دلائل ہیں اور فخر الاسلام اور شیخ ابوالمنصور ماتریدی نے اور صدر الشریعہ صاحب توضیح کی یہی پسندیدہ روایت ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ عرب میں خالق سے ناواقفیت

نہ تھی۔ چنانچہ مشرکین عرب کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا" لئن سألتھم من خلق السمٰوات والارض لیقولن اللہ" نیز اللہ تعالےٰ نے یہ بھی فرمایا ہے لئن سألتھم من خلقھم لیقولن اللہ اور وہ بتوں کو اللہ پاک کا شریک نہیں بناتے تھے بلکہ شفیع کہتے تھے جیسا کہ آیت کریمہ میں ہے "ویعبدون من دون اللہ ما لا یضرھم ولا ینفعھم ویقولون ھٰؤلاء شفعاؤنا عند اللہ" چنانچہ عربوں کا شرک شرک در عبادت تھا۔ شرک در الوہیت نہیں تھا حتیٰ کہ اس پر امام کی بات صادق آئے اور یہ بات تو ظاہر ہے کہ بتوں کی شفاعت کے اعتقاد میں کوئی عقلی قباحت نہیں بلکہ اس کی قباحت سننے پر اور رسولؐ کے بیان پر منحصر ہے۔ جیسا کہ امام رازیؒ نے تفسیر کبیر میں اس کی صراحت فرمائی ہے لہذا جو شخص بعثت کے زمانے کے پانے کے بعد بھی اس اعتقاد سے وابستہ رہا تو ابولہب وغیرہ کی طرح مستحق جہنم ہوگا اور جو اشخاص بعثت سے پیشتر اس اعتقاد کے حامل تھے وہ معذور ہیں اس لیے جہنم میں داخل ہونے کے مستحق نہیں۔ زیادہ سے زیادہ ان کا امتحان لیا جائے گا جیسا کہ سابقہ احادیث میں گزر چکا۔ مزید برآں صاحب مسلم الثبوت نے امام کے قول کی تاویل میں کہا ہے کہ شاید اس سے مراد یہ ہے کہ غور و فکر کی مدت کے بعد ایسا ہوا ہو۔ کیوں کہ یہ غور و فکر دل کو بیدار کرنے کے سلسلے میں رسول کی دعوت کے قائم مقام ہے اور یہ مدت مختلف ہے کیونکہ عقول یکساں نہیں۔

بعض لوگ غور و فکر کی مدت کم سے کم پچیس سال متعین کرتے ہیں۔

چنانچہ دیو [illegible] میں امام کا مذہب یہی ہے اور ایک جماعت اس مدت کو چالیس سال قرار دیتی ہے اور ان کی دلیل یہ اثر ہے کہ اللہ کی حجت چالیس سال پوری ہوگئی اور اس بات میں کوئی شک نہیں کہ سرور کائنات صلعم کے والدین شریفین پر غور و فکر کی یہ مدت پوری نہیں ہوتی اور بایں ہمہ وہ خالق سے ناواقف بھی نہیں تھے۔ چنانچہ حافظ صلاح الدین علائی اس بات کو صحیح گردانتے ہیں کہ حضرت عبداللہ کی وفات کے وقت ان کی عمر اٹھارہ سال اور آمنہ کی عمر بیس سال تھی تعجب تو ملا علی قاری پر ہے کہ وہ ان اعتراضات سے چمٹے ہوئے ہیں حالانکہ ان کا جواب ممکن ہے اور آنحضرت کے والدین پر استحقاق نار کا حکم لگاتے ہیں اور واضح دلیل سے آنکھیں بند کر کے اس بات پر مصر ہیں کہ آپ کے والدین مسلم نہیں تھے شاید اس کا سبب یہ ہے کہ انھیں ان باریکیوں کی اطلاع نہیں تھی یا اپنے ہمعصروں پر علمیت جتانا مقصود تھا اور محمد عرشی نے اس کے بارے میں کیا خوب تجزیہ کیا ہے کہ تعجب تو ملا علی قاری پر ہے کہ انھوں نے اس سلسلے میں ایک رسالہ مرتب کیا ہے۔ اور اس کے اندر بے تکلف بڑی دل آزار مسجع عبارتیں پیش کی ہیں۔ شاید ان کا سر سردی کا شکار ہوگیا تھا جس کے باعث انکی عقل خلل کا شکار ہوگئی تھی۔ لہذا سوچئے اور سمجھئے اور شیطان کے قدموں کی پیروی نہ کیجئے کیونکہ شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔

والحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی سید الخلق محمد والہ وصحبہ اجمعین